کنز المدارس کے نصاب میں شامل کتاب القصائد المنتخبہ کے دیوان حسان
بن ثابت اور دیوان امام شافعی کا سندھی، اردو ترجمہ اور مختصر شرح بنام

الزهور المنتخبة

على شرح

القصائد المنتخبة

مرتب:

العبد مفتقر **شعیب احمد سکندری**

فاضل جامعہ راشدیہ حضرت پیر سائیں پگاڑا

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
3	دیوان حسان بن ثابت رضی الله عنه	1
3	وقال حسان رضی الله عنه یمدح النبی ﷺ	2
10	فَلَمَّا سَمِعَ بِذٰلِكَ حَسَّانُ رضی الله عنه يُجَاوِبُ الهَاتِفَ	3
18	« وَقالَ فی " أَسَدِ الغابَةِ " : وَصَفَت عائِشَةُ رضي الله عنها رسولَ اللهِ ﷺ	4
20	من الثالث الطويل والقافة متواتر	5
22	وقال لعمرو بن العاص السهمی	6
25	وَقالَ رَضِىَ اللَّهُ عَنهُ يَرثي نافِعَ بنَ بُدَيلٍ استُشهِدَ يَومَ بِئرِ مَعُونَةَ	7
26	وقال رضی اللہ عنہ	8
33	فَلَمّا أَتانا رَسولُ المَليكِ	9
39	دیوان الإمام الشافعی رحمه الله	10
39	حب آل محمد ﷺ	11
43	جواب اللئیم	12
44	الفرج قریب	13
45	الصمت نجاة	14
47	العلم نور	15
48	فضل العلم	16
50	الصالحون	17
52	اللسان	18
53	العز الفانی	19
54	القضاء والقدر	20

گزارش:

یہ میں نے کچھ ناقص کوشش کی ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اصلاح کی نیت سے ضرور مطلع فرمانا

العارض:

شعیب احمد سکندری

رابطہ نمبر:

03053929017

دیوان حسان بن ثابت رضی الله عنه

وقال حسان رضی الله عنه یمدح النبی ﷺ

مختصر حالات حسان بن ثابت رضي الله عنہ:

حسّان بن ثابت، جن کا پورا نام ابو عبد الرحمن حسان بن ثابت انصاری خزرجی ہے، اور انہیں "ابو الحسام" کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مشرکوں کی توہین میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے شاعر تھے، اور نبی کریم ﷺ ان کے لیے مسجد میں ایک منبر رکھتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی شان میں فخر کا اظہار کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے: "اللہ تعالیٰ حسّان کی مدد روح القدس کے ذریعے کرتا ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہیں۔" وہ جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار کے بڑے اور فصیح شاعروں میں سے تھے۔ ابو عبیدہ نے کہا: "عرب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مدینہ کے لوگوں میں سب سے بڑا شاعر حسان ہے۔" حسّان بن ثابت 54 ہجری میں مدینہ میں حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے دوران وفات پا گئے۔ ان کی عمر 120 سال تھی، جس میں 60 سال جاہلیت میں اور 60 سال اسلام میں بسر ہوئے۔

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ	من اللَّهِ مَشْهُودٌ يَلُوحُ ويشْهَدُ

ترجمو: اهي (نبي ڪريم ﷺ) روشن چهري وارا آهن، جن تي الله تعالي جي طرفان مُهر نبوت آهي، جيڪا چمڪندي ۽ شاهدي ڏيندي نظر اچي ٿي.

ترجمہ: وہ (نبی کریم ﷺ) روشن چہرے والے ہیں، جن پر اللہ تعالی کی طرف سے مہر نبوت ہے جو چمکتی اور شاہدی دیتی نظر آتی ہے

تشریح: "اغر" یے مبتدا محذوف ھو کی خبر ہے یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام روشن چہرے والے ہیں، اور ان پر اللہ تعالی کی طرف سے نبوت کی مُہر ہے۔ یعنی ان کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مُہر ہے جو اللہ کی طرف سے ہے، "یلمع" وہ چمکتی ہے یعنی ظاہر ہوتی ہے اور یہ ان کی نبوت کی علامات ہیں۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ وہ محبوب روشن چہرے والے ہیں اور ان پر نبوت کی مُہر چمک رہی ہے اور دیکھی جا سکتی ہے، اور یہ اللہ کی طرف سے گواہی ہے کہ وہ نبیوں کے خاتم ہیں۔

وضمَّ الإلهُ اسمَ النبيّ إلى اسمه	إذا قَالَ فی الخَمْسِ المُؤذِّنُ أشْهَدُ

سنڌي ترجمو: "الله تعالي پنهنجي نبيءَ ﷺ جو نالو پنهنجي نالي سان گڏ ملايو آهي، جڏهن "مؤذن پنج وقتن ۾ (اذان ڏيندي) چوي ٿو: 'أشهد' (يعني: 'مان گواهي ڏيان ٿو').

ترجمہ: "اللہ نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا، جب مؤذن پانچ وقتوں میں (اذان دیتے ہوئے) کہتا ہے: "'اشہد' (یعنی: 'میں گواہی دیتا ہوں')۔

تشریح: "شاعر کے قول 'فی الخمس' کا مطلب ہے پانچوں نمازوں میں، کیونکہ مؤذن ہر نماز کے وقت کہتا ہے: اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ 'میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'۔ 'الی اسمہ' میں ہمزہ کو شعری ضرورت کے تحت چھوڑا گیا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہے، اور مؤذن دن میں پانچ مرتبہ اذان میں اس کو بیان کرتا ہے۔

وشقّ لهُ مِن اسمهِ ليجلهُ	فذو العرشِ محمودٌ وهذا محمدُ

ترجمو: الله تعالىٰ پنهنجي محبوب جو نالو پنهنجي نالي مان مشتق فرمايو ته جيئن کيس عظمت ۽ جلال عطا ڪري. پوءِ عرش وارو محمود آهي ۽ هي محمد ﷺ آهن.

ترجمہ: اللہ تعالی نے اپنے محبوب کا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ اسے عظمت اور جلال بخشے۔ تو عرش والا محمود اور یہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔

تشریح: قولہ "شق": شق کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کے دو ٹکڑے کرنا، یعنی اللہ تعالی نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام سے مشتق فرمایا۔

من اسمہ ": میں ہمزہ کو چھوڑا گیا ہے ضرورت کے تحت۔ "

لیجلہ ": تاکہ اسے شرف بخشے۔ "الاجلال" کا معنی ہوتا ہے تعظیم اور شان بلند کرنا۔ "

فذو العرش محمود ": تو عرش والا محمود ہے، کیونکہ اللہ تعالی کی صفات میں سے ہے "الحمید" اور "حمید" فعیل کے وزن" پر ہے اور مفعول کے معنی (حمید، محمود کے معنی) میں ہے۔ تو اللہ تعالی محمود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد ہیں۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام سے مشتق فرمایا تاکہ لوگ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعظیم کریں۔

یہ ابو طالب کا شعر ہے، اس کو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں شامل کیا ہے، جیسا کہ برقوقی نے لکھا ہے۔

نَبِــيٌ أَتَانَـا بعــد يَـأْسٍ وفتــرةٍ	مِنَ الرُّسْلِ والأَوثَانُ فى الأرض تُعبَد

ترجمو: "اسان وٽ نبي ڪريم ﷺ آيا جڏهن مايوسي ڇانئجي چڪي هئي ۽ رسولن جي "(اچڻ) جو سلسلو رڪجي چڪو هو، ۽ زمين ۾ بتن جي عبادت ٿي رهي هئي.

ترجمہ: "ہمارے پاس نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آئے جب مایوسی چھا چکی تھی اور رسولوں کے (آنے) کا سلسلہ رکا ہوا تھا، اور زمین میں بتوں کی عبادت کی جا رہی تھی۔

تشریح:"وفترۃ"فترۃ کا مطلب ہے وہ مدت جس میں رسالت کا سلسلہ منقطع تھا۔"والأوثان"میں "واو"حال کے لیے ہے، اور"اَوْثان"وثن کا جمع ہے، جس کا ہر اس مجسمے پر اطلاق ہوتا ہے جو لکڑی، پتھر، سونے، چاندی، پیتل یا ان جیسی کسی چیز سے بنا ہو۔ عرب اپنے اوثان (بتوں) کو نصب کرتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے "صنم" اور "وثن" کو ایک ہی سمجھا ہے۔ ابن الأثیر نے فرق بیان کیا کہ "وثن" ہر وہ چیز ہے جس کا جسم ہوتا ہے اور جو زمین کی چیزوں (جیسے لکڑی اور پتھر) سے بنی ہوتی ہے، مثلاً انسانی شکل کی تصویر، جبکہ "صنم" وہ ہے جو صرف ایک تصویر ہو اور جسم نہ رکھتا ہو۔

شاعر کہتا ہے کہ جب ایک طویل مدت گزر چکی تھی اور لوگ ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے، تو اللہ نے ہمارے درمیان اس نبی ﷺ کو بھیجا۔ اس وقت لوگ شدید گمراہی میں تھے، اور وہ بتوں اور اوثان کی عبادت کر رہے تھے۔

فأمْسَى سِراجًا مُسْتَنِيرًا وهَادِيًا	يَلُوحُ كما لاحَ الصَّقِيلُ المُهَنَّدُ

ترجمو: سو (پاڻ ﷺ) هڪ روشن ڏيئو ۽ هدايت ڏيڻ وارا بڻجي ويا، (پاڻ ﷺ) ائين "چمڪي رهيا آهن جيئن چمڪندڙ تلوار چمڪندي آهي.

ترجمہ:"پس (آپ ﷺ) ایک روشن چراغ، اور ہدایت دینے والے بن گئے، (آپ ﷺ) ایسے چمک رہے ہیں جیسے صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے۔

تشریح:"امسی"کا ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہا ہے، "سراجًا مستنیرًا"(روشن چراغ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ [الأحزاب:46]، اور "ھادیا"(ہدایت دینے والا) کو "مستنیرًا"(روشن) پر عطف کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں صفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں ثابت ہیں، اور ان کو "واو"کے ذریعے عطف کیا گیا ہے کیونکہ "واو"کا استعمال جمع کے لیے ہوتا ہے۔"یلوح"کا مطلب ہے "چمکتا

ہے"، اور "الصقیل" کا مطلب ہے "چمکتی ہوئی تلوار"، یعنی ایسی تلوار جو ہندستان کے لوہے سے بنائی گئی ہو، جسے "المھند" کہا جاتا ہے۔

شاعر یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روشن چراغ بن گئے ہیں، جن سے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہدایت اور نور کے ساتھ) یوں چمکتے ہیں جیسے چمکتی ہوئی تلوار، اور ان کے نور سے لوگوں کے لیے تاریک راستے روشن ہو جاتے ہیں، اور وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتے ہیں۔

وأَنْـذَرَنـا نَـارًا وبَشَّـــرَ جَنَّـــةً	وعَلَّمَنَـــا الإســلاَمَ فَا للهَ نَحْمَـــدُ

ترجمو:"۽ (پاڻ ﷺ) اسان کي(جهنم جي) باه کان ڊيڄاريائون ۽ جنت جي بشارت ڏنائون ۽ اسان کي اسلام سيکاريائون، سو اسان الله جو حمد ڪريون ٿا"

ترجمہ:"اور (آپ ﷺ نے) ہمیں آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا تو ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

تشریح:"وانذرنا نارا" (اور ہمیں آگ سے ڈرایا) انذار کا مطلب ہے آگاہ کرنا اور اُس چیز سے خبر دار کرنا جس سے خوف ہو سکتا ہے۔ "وبشر جنۃ" (اور جنت کی بشارت دی)۔ امام رازی کے مطابق بشارت لغت میں خوشی کی خبر سے مخصوص ہے، لیکن لغت کی اصل میں یہ ایسی خبر کو کہتے ہیں جو چہرے کی جلد میں تبدیلی کا باعث بنے۔ جیسے خوشی چہرے کی جلد کو بدلتی ہے، ویسے ہی غم بھی چہرے پر اثر کرتا ہے۔ لہٰذا، بشارت کا لفظ دونوں حالتوں میں حقیقت رکھتا ہے، یعنی خوشی اور غم کی خبریں۔ "فاللہ نحمد" (اللہ کی حمد کرتے ہیں) میں مفعول کو مقدم کرنے کا مقصد حصر ہے: یعنی ہم صرف اور صرف اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ :لوگوں کو جہنم کی آگ سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، اور اسلام کی تعلیمات سکھائیں۔ پس ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اس عظیم نعمت پر۔

وأنتَ إلهَ الخلقِ ربي وخالقى	بذلكَ ما عمرتُ فى ا لناسِ أشهدُ

ترجمو:تون ئي اي مخلوق جا معبود، منهنجو رب ۽ منهنجو خالق آهين مان ان ڳالهہ جي گواهي ڏيندو رهندس جيستائين مان ماڻهن ۾ زنده آهيان

ترجمہ:توہی اے مخلوق کے معبود، میرا رب اور میرا خالق ہے۔ میں اسی بات کی گواہی دیتا رہوں گا جب تک میں لوگوں میں زندہ ہوں

تشریح:"وأنت" مبتدأ ہے، اس کی خبر "ربي" ہے، اور "إله الخلق" ایک معترضہ جملہ ہے جو کلام کو خوبصورت بنانے کے لیے لایا گیا ہے، یعنی:اے مخلوقات کے خدا! اور "بذلک" کا تعلق "أشھد" سے ہے، اور " ما عمرتُ فى ا لناسِ أشهدُ "یعنی جب تک میں لوگوں میں زندہ ہوں، اور قرآن میں ہے

وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ

ترجمہ:اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو خلقت وبناوٹ میں ہم اسے الٹا پھیر دیتے ہیں

شاعر کہتا ہے:اے مخلوقات کے خدا! تم ہی میرے رب اور خالق ہو، میں اس پر گواہی دیتا رہونگا جب تک میں زندہ ہوں۔

تَعَالَيْتَ رَبَّ الناسِ عن قَوْلِ مَن دَعا	سِوَاكَ إلهاً أنْتَ أعْلَى وَأمْجَدُ

ترجمو:اي ماڻهن جا رب، تون انهيءَ قول کان پاڪ آهين جنهن ۾ ڪو توکان سواءِ ڪنهن ٻئي کي معبود سمجهي سڏي، تون سيني کان مٿانهون ۽ بزرگ آهين.

ترجمہ:اے لوگوں کے رب،تو اس قول سے پاک ہے جس میں کوئی تیرے سوا کسی اور کو معبود سمجھ کر پکارتا ہے،تو سب سے بلند اور بزرگ ہے۔

تشریح:"تعالیت"یعنی پاک ہے تیری ذات۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿تَعَالَى اللهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾[النمل:٦٣] یعنی:اللہ کو بلندی اور عظمت حاصل ہے ان کے شرک سے اور اس بات سے کہ وہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔لفظ تفاعل کا استعمال یہاں اس کے عظیم مرتبے کی مبالغہ آرائی کے لیے کیا گیا ہے،نہ کہ بطور تکلف۔"رب الناس"یعنی:اے لوگوں کے رب۔

یہاں یہ کہا جارہاہے کہ اے رب العالمین!تیری ذات مشرکین کے اس عقیدے سے پاک ہے کہ تیرے سوا کوئی اور معبود ہے،اور تو سب سے بلند اور عظیم ہے۔

لكَ الخلقُ والنعماءُ والأمرُ كلهُ	فإيّاكَ نَسْتَهْدى وإيّاكَ نَعْبُدُ

ترجمو: تو لاءِ ئي سڀي مخلوق آهي، ۽ سڀ نعمتون به تنهنجون آهن، ۽ سڄو حڪم به تنهنجو ئي آهي. اسين رڳو تو کان ئي هدايت گهرون ٿا ۽ تنهنجي ئي عبادت ڪريون ٿا.

ترجمہ: تیرے ہی لیے ہے تمام مخلوق،اور تمام نعمتیں،اور سارا کا سارا حکم بھی تیرا ہی ہے۔ہم تجھ سے ہی ہدایت مانگتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

تشریح:"لک الخلق"یعنی صرف تیری ہی قدرت میں مخلوق ہے،اور یہاں جار(حرفِ جر)کو مقدم کرنے سے حصر اور انحصار کا مفہوم نکلتا ہے۔"والنعماء"یعنی وہ تمام نعمتیں جو تو نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں،جنہیں تیرے علاوہ کوئی اور نہیں دے سکتا،جیسے ظاہری اور باطنی نعمتیں،مثلاً سننے اور دیکھنے کی صلاحیت۔"نستھدی"یعنی ہم تجھ سے ہی سیدھا راستہ دکھانے کی دعا کرتے ہیں۔

یہاں کہا جا رہا ہے کہ تمام مخلوقات اور نعمتیں، چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی، سب تیرے اختیار میں ہیں، اور تمام معاملات تیرے ہاتھ میں ہیں، اسی لیے ہم صرف تجھ سے ہدایت مانگتے ہیں اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔

فَلَمَّا سَمِعَ بِذٰلِكَ حَسَّانُ يُجَاوِبُ الهَاتِفَ

ترجمہ: جب حسان نے یہ سنا تو وہ غیبی آواز کا جواب دینے لگے۔

تشریح: "فلما سمع بذالک" (یعنی جب یہ یہ شعر حسان نے سنے) قصہ کچھ اس طرح ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو اہل مکہ تین راتوں تک اس بات سے بے خبر رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں تشریف لے گئے ہیں، یہاں تک کہ مکہ کے نیچے سے ایک جن آیا جو کچھ اشعار گا رہا تھا۔ لوگ اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس کی آواز سنتے تھے، لیکن اسے دیکھ نہیں سکتے تھے، یہاں تک کہ وہ مکہ کے اوپر والے حصے کی طرف سے نکل آیا اور کہنے لگا

جَزَى اللهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ

رَفِيقَيْنِ قَالَا خَيْمَتَى أُمّ مَعْبَدِ

بِمَا نَزَلَاهَا بِالْهُدَى وَاهْتَدَتْ بِهِ

فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدِ

فَيَا لِقُصَى مَا زَوَى اللهُ عَنكُمُ بِهِ

مِنْ فَخَارٍ لَا يُبَارَىٰ وَسُؤْدَدِ

ترجمہ: "اللہ لوگوں کا رب بہترین جزا دے،

ان دو ساتھیوں کو جو ام معبد کے خیمے پر پہنچے،

وہ دونوں ہدایت کے ساتھ وہاں اترے اور اس (ام معبد) نے اس سے راہِ راست پائی،

بے شک وہ کامیاب ہوا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی بنا،

اے قریش! اللہ نے تم سے ایسی بے مثال فخر اور عظمت چھین لی ہے، جس کا کوئی مقابلہ نہیں۔

جب یہ بات حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے یہ اشعار کہے۔ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے یہ اشعار اسلام قبول کرنے کے بعد کہے تھے۔

لَقَد خابَ قَومٌ غابَ عَنهُم نَبِيُّهُم	وَقدس مَن يَسرى إِلَيهِم وَيَغتَدى

ترجمو: بيشڪ اهي ماڻهو ناڪام آهن جن جي سندن نبي ﷺ ڇڏي ويو ۽ اهي باعزت آهن جن ڏانهن نبي ڪريم ﷺ رات جو سفر ڪندا آهن ۽ صبح جو انهن تائين پهچندا آهن.

ترجمہ: واقعی وہ لوگ ناکام ہیں جن کے نبی نے انہیں چھوڑ دیا، اور وہ باعزت ہیں جن کی طرف نبی کریم ﷺ رات کو سفر کرتے ہیں اور صبح ان تک پہنچتے ہیں۔

تشریح:

"لقد خاب"

یعنی نقصان اٹھایا اس قوم نے، یعنی قریش نے، جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور چلے گئے اور انہیں چھوڑ دیا۔

"قدس من یسری الیھم"

یعنی پاک ہیں وہ لوگ جن کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کیا، یعنی انصار (کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف ہجرت کی تھی)

التقدیس

کا معنی ہے پاکیزگی اور طہارت۔

ویغتدی (یعنی صبح کے وقت ان کے ہاں پہنچے)

الاغتداء، صبح کے وقت سفر کرنے کو کہتے ہیں، اور کسی بھی وقت چلنا یا روانہ ہونا ہو تو اس پر بھی الاغتداء کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس عبارت میں شاعر کہہ رہا ہے کہ وہ قوم جس سے ان کا نبی دور ہو گیا، وہ خسران اور نقصان میں پڑ گئی، لیکن وہ قوم جو اس نبی کی مدد کو آئی، یعنی انصار، انہیں پاکیزگی اور طہارت نصیب ہوئی۔

تَرَحَّلَ عَن قَومٍ فَضَلَّت عُقولُهُم	وَحَلَّ عَلى قَومٍ بِنورٍ مُجَدَّدِ

ترجمو: نبي ڪريم صلي الله عليه وآله وسلم جڏهن هڪ قوم کان رخصت ٿيا ته انهن جا عقل ضايع ٿي ويا۽ ٻي قوم تي نئين نور سان جلوه گر ٿيا.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم سے رخصت ہوئے تو ان کی عقلیں ضائع ہو گئیں، اور دوسری قوم پر نئے نور کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔

تشریح: "ترحل عن قوم" ایک قوم سے رخصت ہوئے یعنی قریش کی قوم کو چھوڑ دیا، یہ ہجرت کے پہلے سال صفر کی بائیس تاریخ یا ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو تھا، جب آپ ﷺ نے "مکہ" سے "مدینہ" کی طرف حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ ہجرت کی۔ وہ دونوں غار میں تین دن تک ٹھہرے رہے۔

شاعر کہ رہے ہیں: "قریش کی قوم کو چھوڑ کر سفر کیا تو ان کی عقلیں بھٹک گئیں، اور انصار کی قوم کے درمیان ایک نئی روشنی کے ساتھ آکر ٹھہرے۔

هَداهُم بِهِ بَعدَ الضَلالَةِ رَبُّهُم	وَأَرشَدَهُم مَن يَتبَعِ الحَقَّ يَرشُدُ

ترجمو: الله تعالي انهن کي (نبي ڪريم ﷺ) جي ذريعي گمراهي کان پوءِ سڌو رستو ڏيکاريو، ۽ جيڪو حق جي پيروي ڪندو، اهو هدايت حاصل ڪندو.

ترجمہ: اللہ نے انہیں اس (نبی کریم ﷺ) کے ذریعے گمراہی کے بعد راہ دکھائی، اور جو حق کی پیروی کرے گا، وہ ہدایت پا جائے گا۔

تشریح: "من یتبع الحق یرشد" یعنی جو حق کی پیروی کرتا ہے، وہ ہدایت پا جاتا ہے۔ یہ جملہ استئنافیہ ہے۔
شاعر کہ رہا ہے: اللہ نے انہیں اس نبی ﷺ کے ذریعے ہدایت دی، جب کہ وہ گمراہی میں تھے، اور جو حق کی پیروی کرتا ہے، وہ ہدایت پا جاتا ہے۔"

وَهَل يَستَوي ضُلّالُ قَومٍ تَسَفَّهوا	عَمىً وَهُداةٌ يَهتَدونَ بِمُهتَدِ

ترجمو: ڇا اهي گمراهہ ماڻهو جن انڌو ٿي ڪري بيوقوفيءَ جو مظاهرو ڪيو ۽ اهي هدايت يافتہ ماڻهو جن رهنما ذريعي هدايت حاصل ڪئي، برابر ٿي سگهن ٿا؟

ترجمہ: کیا وہ گمراہ لوگ جنہوں نے اندھے ہو کر بیوقوفی کا مظاہرہ کیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگ جنہوں نے رہنما کے ذریعے ہدایت پائی، برابر ہو سکتے ہیں؟"

تشریح: "تسفهوا عمى" سفاہت کہتے ہیں عقل کی کمی اور جہالت کو۔ یعنی وہ لوگ جو گمراہ ہو گئے، حق سے ہٹ گئے، اور ہدایت کے مقابلے میں اندھے پن کو پسند کیا۔
یہ شعر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے معنی کے مطابق ہے:

﴿هَلْ يَسْتَوِي الأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ﴾

ترجمہ: کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟" (سورۃ الرعد: 16)

شاعر کہ رہا ہے: کیا وہ گمراہ لوگ جو اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ ہوگئے، حق سے ہٹ گئے، اور اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی، ان کا مقام ان لوگوں کے برابر ہو سکتا ہے جو ہدایت یافتہ ہوئے اور ایک رہنما کی پیروی کی؟

لَقَد نَزَلَت مِنهُ عَلى أَهلِ يَثرِبٍ	رِكابُ هُدىً حَلَّت عَلَيهِم بِأَسعَدِ

ترجمو: انهن (نبي ڪريم ﷺ) جي بدولت يثرب (مديني) جي ماڻهن تي اهڙو قافلو نازل ٿيو جيڪو انهن تي خوش قسمتي سان ترسيو.

ترجمہ: ان (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی بدولت یثرب (مدینہ) کے لوگوں پر ایسا قافلہ نازل ہوا جو ان پر خوش بختی کے ساتھ ٹھہرا۔"

تشریح: "اہل یثرب" - "یثرب" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کا نام تھا دور جاہلیت میں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل دیا اور اسے "طیبہ" اور "طابہ" کا نام دیا، گویا کہ آپ نے "تثریب" (یعنی ملامت اور عیب جوئی) کو ناپسند فرمایا۔

اور ان الفاظ "بأسعد" کا مطلب ہے: ایک مبارک اور خوش قسمت طالع کے ساتھ ان پر ھدایت کا قافلہ اترا۔

"سعد" کا مطلب خوش قسمتی ہے اور اس کا ضد "نحس" یعنی بد قسمتی ہے، اسی سے "سعود النجوم" کا نام دیا گیا، جو وہ ستارے ہیں جن میں سے ہر ایک کو "سعد" (خوش قسمتی کا ستارہ) کہا جاتا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے باعث مدینہ کے لوگوں پر ھدایت کا قافلہ خوش قسمتی اور برکتوں کے ساتھ اترا۔

نَبِيٌّ يَرى ما لا يَرى الناسُ حَولَهُ	وَيَتلو كِتابَ اللهِ فى كُلِّ مَشهَدِ

ترجمو: پاڻ ﷺ اهڙا نبي آهن جيڪي اهي شيون ڏسن ٿا جيڪي سندن جي چوڌاري ويٺل ماڻهو نٿا ڏسي سگهن، ۽ هر مجلس ۾ الله پاڪ جو ڪتاب پڙهن ٿا.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نبی ہیں جو وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ نہیں دیکھ سکتے، اور ہر مجلس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں۔

تشریح: "نبی یری مالا یری الناس حولہ "یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نبی ہیں جو وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو آپ کے ارد گرد موجود لوگ نہیں دیکھ سکتے، جیسے جبریل اور دوسرے فرشتے دیکھنا، یا جنت اور جہنم دیکھنا، جنہیں آپ نے سورج گرہن کی نماز کے دوران دیکھا، جب لوگ آپ کے ارد گرد موجود تھے لیکن وہ یہ چیزیں نہیں دیکھ سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنِّي أَرى مالا ترون" (بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے)۔

شاعر کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نبی ہیں جو ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو لوگ نہیں کر سکتے، اور آپ ہر مجلس میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔

(الانوار المجتمعة)

** حضور کا نماز میں جنت کا مشاہدہ کرنا **

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَصَلّٰى، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلُ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ؟ فَقَالَ: إِنِّي أُرِيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ، مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گرہن ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے کوئی چیز پکڑی پھر ہم نے دیکھا کہ آپ کسی قدر پیچھے ہٹ گئے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت نظر آئی تھی، میں نے اس میں سے ایک خوشہ پکڑ لیا، اگر اسے توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس سے کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا)۔“

** نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نماز میں دوزخ کا مشاہدہ کرنا **

عَنْ عَائِشَةَ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ، حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ، حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ، وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ، وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس جگہ پر میں نے وہ تمام چیزیں دیکھ لی ہیں جن کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا حتیٰ کہ میں نے جنت بھی دیکھ لی ہے۔ جب تم لوگوں نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا تھا تو اس وقت میں جنت میں سے انگوروں کا ایک خوشہ لینا چاہتا تھا۔ اور جس وقت تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا اس وقت میں نے دوزخ دیکھی تھی کہ وہ خود اپنے آپ کو کھائے جاتی ہے میں نے اس میں عمرو بن لحی کو دیکھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے لئے جانور وقف کرنے کی رسم نکالی۔"

** نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قرآن کی تلاوت کرنا **

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام کرتے اور لمبی تلاوت کیا کرتے تھے: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يقوم من الليل حتى تتفطر قدماه"

ترجمہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قیام (تہجد) فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کی اگلی اور پچھلی خطائیں معاف فرما دی ہیں؟"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أفلا أحب أن أكون عبدًا شكورًا"

ترجمہ: "کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

(صحیح بخاری: 4837، صحیح مسلم: 2820)

وَإن قالَ فی یَومٍ مَقالَةَ غابِبٍ	فَتَصدیقُها فی الیَومِ أَو فی ضُحی الغَدِ

ترجمو: ۽ جيڪڏهن اهي(پاڻ ﷺ) ڪنهن ڏينهن غيب جي ڪا خبر ٻڌائن ٿا، ته اڄ يا سڀاڻي صبح تائين ان جي سچائي ظاهر ٿي وڃي ٿي.

ترجمہ: اور اگر وہ (آپ ﷺ) کسی دن غیب کی کوئی خبر سناتے ہیں، تو آج ہی یا کل صبح تک اس کی سچائی ظاہر ہو جاتی۔

تشریح: "(مقالۃ غائب) یعنی: ایسی بات جو کسی غائب چیز کے بارے میں کہی گئی ہو، اور 'مقالۃ' اس قول کو کہتے ہیں جس پر کہنے والا بھروسہ کرتا ہے اور اس پر بحث کرتا ہے۔ 'فتصدیقھا' میں ضمیر 'مقالۃ' کی طرف لوٹتی ہے۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ اگر یہ نبی ﷺ کسی دن کوئی ایسی بات بتاتے ہیں جو چھپی ہوئی یا غائب ہو، تو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تائید اپنے مقدس کلام کے ذریعے فرماتا ہے، جو جبرائیل اس دن یا اگلی صبح لے کر آتے ہیں۔"

لِیَهنِ أَبا بَکرٍ سَعادَةُ جَدِّهِ	بِصُحبَتِهِ مَن یُسعِدِ اللَهُ یَسعَدِ

ترجمو: حضرت ابو بڪر صديق رضي الله عنہ کي حضور عليہ الصلاۃ والسلام جي رفاقت سبب ملندڙ خوش نصيبي مبارڪ هجي، جنهن کي الله خوش نصيب ڪري، بيشڪ اهو خوش نصيب ٿي وڃي ٿو.

ترجمہ: حضرت اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ الصّلاۃ والسلام کی رفاقت کی بدولت ملنے والی خوش نصیبی مبارک ہو، جسے اللہ خوش نصیب کرے یقیناوہ خوش نصیب ہو جاتا ہے۔

تشریح: "لیھن" فعل امر واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اور اس کی اصل "لیھنئ" ہے، ہمزہ کے ساتھ، جس میں ہمزہ کو تخفیف کے باعث حذف کر دیا گیا ہے۔ "سعادت جدہ" کا مطلب ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا خوش قسمت ہونا نبی کریم ﷺ کی رفاقت کی وجہ سے۔ "" من یرد اللہ سعادتہ" کا مطلب ہے: "جس کے لیے اللہ خوشی کا ارادہ کرتا ہے، وہ یقیناً خوشی پاتا ہے۔" یہ ایک استئناف جملہ ہے۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ" کو وہ برکتیں اور خوشیاں مبارک ہوں جو ان کو نبی کریم ﷺ کی صحبت کی وجہ سے ملی ہیں۔

اور اللہ تبارک وتعالی جس کی خوش نصیبی کا ارادہ کرتا ہے، وہ ضرور خوش نصیب ہو جاتا ہے۔

وَقالَ فى " أَسَدِ الغابَةِ " : وَصَفَت عايِشَةُ رَسولَ اللهِ

فَقالَت : « كانَ وَاللهِ كَما قالَ فيهِ حَسّان»

ترجمہ: اور "اسد الغابۃ" میں کہا ہے:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا نے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ کی قسم، آپ بالکل ویسے ہی تھے جیسے حسان نے آپ کے بارے میں کہا ہے۔"

ام المومنین کے مختصر حالات:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، طیبہ، طاہرہ، رضی اللہ عنہا۔ وہ ایک فقیہہ، عالمہ، فصیح زبان والی اور رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ احادیث روایت کرنے والی تھیں۔ وہ عرب کے تاریخی واقعات اور ان کے اشعار کی بھی خوب جاننے والی تھیں۔ ان سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایات نقل کیں۔ ان کا انتقال "مدینہ" میں سن 57 ہجری میں ہوا، اس وقت ان کی عمر 66 سال تھی۔ انہوں نے وصیت کی کہ انہیں رات کے وقت بقیع میں دفن کیا جائے، اور ان کی نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے پڑھائی۔ اس وقت مروان مدینہ کا حاکم تھا، اور امیر معاویہ بن ابو سفیان کا دورِ خلافت تھا۔

مَتى يَبدُ فى الداجى البَهيمِ جَبينُهُ	يَلُح مِثلَ مِصباحِ الدُجى المُتَوَقِّدِ

ترجمو: جڏهن رات جي گهري اونداهي ۾ پاڻ ﷺ جي روشن پيشاني ظاهر ٿيندي آهي، ته اها اونداهي رات ۾ پرندڙ ڏيئي (چنڊ) وانگر چمڪندي آهي.

ترجمہ: جب رات کی گہری تاریکی میں ان کی روشن پیشانی نمودار ہوتی ہے، تو وہ اندھیری رات میں جلتے ہوئے چراغ (چاند) کی مانند چمکتی ہے۔

تشریح: "متی یبد" یعني: جب ظاہر ہوتی ہے، اصل میں یہ "یبدو" تھا، "الداجي البھیم" یعني: گھنی تاریک رات، "یلح" یعني: چمکتی ہے، اصل میں یہ "یلوح" تھا، لیکن "واو" کو حذف کیا گیا کیونکہ یہ "متی" کا جواب ہے، "مصباح الدجی" یعنی رات کا چراغ، اور یہاں مراد چاند ہے، "الدجی" رات کی تاریکی کو کہتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے: جب اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی گھنی تاریک رات میں ظاہر ہوتی ہے، تو وہ یوں لگتی ہے جیسے ایک روشن چراغ کی روشنی چمک رہی ہو، اور یہ چمک ایسی ہوتی ہے جیسے روشن چاند رات کی تاریکی کو منور کر رہا ہو۔

فَمَن كانَ أَو يَكونَ كَأَحمَدٍ	نِظامُ لِحَقٍّ أَو نَكالٌ لِمُلحِدِ

ترجمو: "ڪير هو يا ڪير ٿيندو جيڪو احمد ﷺ جهڙو هجي؟ پاڻ ﷺ حق جو نظام قائم ڪرڻ وارا آهن ۽ باطل کي متائڻ وارا آهن."

ترجمہ: "کون تھا یا کون ہو گا جو احمد ﷺ جیسا ہو؟، وہ حق کا نظام قائم کرنے والے ہیں اور باطل کو مٹانے والے ہیں۔"

تشریح: "مَن کَانَ اَوۡیَکُونُ کَاَحۡمَدَ" یعنی کون تھا یا کون ہو گا احمد ﷺ کی طرح۔
یہاں پر استفہام انکاری ہے، یعنی کوئی نہیں تھا اور نہ ہی ہو سکے گا احمد ﷺ کی طرح۔
"نظام الحق" یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حق کا نظام ہیں، اور نظام وہ ہوتا ہے جس میں کسی چیز کو ترتیب دی جائے، جیسے دھاگے وغیرہ میں موتی پرونا۔ اور ہر ایک معاملے کا نظام وہ بنیاد ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہوتا ہے۔
"ملاک" اس چیز کو کہتے ہیں جس پر معاملہ منحصر ہو اور قائم رہتا ہو، جیسے کہا جاتا ہے: "القلب ملاک الجسد" یعنی دل جسم کا اصل جوہر ہے جس پر اس کا دارومدار ہے۔ "نکال الملحد" نکال اس سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کے لیے عبرت بنے تاکہ اسے دیکھ کر لوگ ڈریں اور وہی عمل نہ کریں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (66)

ترجمہ: تو ہم نے یہ واقعہ اس وقت کے لوگوں اور ان کے بعد والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

یعنی ہم نے اس سزا کو ان لوگوں کے لیے عبرت بنایا جو ان کے سامنے موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے تھے، تاکہ وہ ایسی حرکت نہ کریں۔

"ملحد" وہ شخص ہے جو حق سے منہ موڑلے۔ کہا جاتا ہے: أَلْحَدَ فِي الدِّينِ یعنی وہ دین سے منحرف ہوا۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ نہ تو ماضی میں کوئی احمد ﷺ جیسا کوئی تھا اور نہ مستقبل میں کوئی ہوگا۔ وہ حق کو قائم کرتے ہیں اور باطل کو ختم کرتے ہیں۔

من الثالث الطويل والقافية متواتر

پہلا شعر حسان بن ثابت کا تھا۔ جب حسان کا انتقال ہو گیا تو عبد الرحمن بن حسان، جو حسان کا بیٹا تھا، اپنے والد کی موت کے بعد آگ روشن کرتا تاکہ لوگ جمع ہو جائیں۔ پھر اس نے کہا: "میں عبد الرحمن بن حسان ہوں، اور میں نے ایک شعر کہا ہے، لیکن مجھے خوف تھا کہ یہ کسی حادثے کی وجہ سے ضائع ہو جائے، اس لیے میں نے تمہیں جمع کیا ہے تاکہ تم اسے سنو"۔ پھر اس نے دوسرا شعر پڑھا۔ جب عبد الرحمن کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے سعید نے بھی یہی کیا اور تیسرا شعر پڑھا۔

إِنَّ اِمرَأً يمسى ويصبحَ سالِماً	مِنَ الناسِ إِلّا ما جَنى لسَعيدُ

ترجمو: "ٻ بيشڪ جيڪو شخص صبح شام اهڙي حالت ۾ گذاري تو جو ماڻهن جي شر کان محفوظ آهي، سواءِ ان جي جيڪي ڪجهه هن پنهنجن عملن سان ڪمائي ڪئي آهي، (پنهنجي ڪيل عملن جو ذميوار پاڻ ٿيندو) سو ئي خوش نصيب آهي

ترجمہ: "اور بے شک جو شخص صبح و شام اس حال میں گزارتا ہے کہ لوگوں کے شر سے محفوظ ہے، سوائے اس کے جو کچھ اس نے خود اپنے اعمال سے کمائی کی ہے، (اپنے کیے گئے اعمال کا ذمیدار خود ہوگا) وہی سعادت مند ہے۔"

تشریح: "إنَّ أمرءِ يُمسي ويُصبح" یعنی وہ شخص جو شام اور صبح کے وقت لوگوں کی مذمت سے محفوظ رہتا ہے، یعنی وہ حالت جس میں وہ لوگوں کی بدگوئی سے بچا ہوا ہوتا ہے؛ "إلا ما جنی" اس میں ما مصدریہ. (جس کا مطلب ہے اپنے کئے گئے اعمال کا ذمیدار خود ہو گا)

شاعر کہ رہا ہے: جو شخص صبح و شام لوگوں کی مذمت سے محفوظ رہتا ہے، وہی شخص خوش نصیب ہوتا ہے جب تک کہ اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (اگر کوئی ایسا عمل کیا تو اس کا ذمیدار خود ہو گا) (الفیضی)

وَإِنَّ اِمرَأً نالَ الغِنى ثُمَّ لَم ينل	صديقا وَلا ذا حاجَةٍ لَزَهيدُ

ترجمو: "يقينن اهو شخص جيڪو دولت حاصل ڪري چڪو آهي، پر نہ تہ ان وٽ ڪو دوست آهي ۽ نہ ئي ڪنهن ضرورت مند جي مدد ڪرڻ جو موقعو آهي، تہ هو حقيقت ۾ محروم آهي.

ترجمہ: "یقیناً وہ شخص جس نے دولت حاصل کی، لیکن نہ تو اس کے پاس کوئی دوست ہے اور نہ ہی کسی ضرورت مند کی مدد کرنے کا موقع ہو، تو وہ حقیقی طور پر محروم ہے۔"

تشریح: "شاعر کہتا ہے: جب کوئی شخص مالدار ہو جائے، اس کا کوئی دوست نہ ہو اور وہ لوگوں میں ضرورت مندوں کو نہ پہچانے تو وہ محروم ہوتا ہے

وَإِنَّ اِمرَأً لاحى الرِجالَ عَلى الغِنى	وَلَم يَسأَلِ اللَهَ الغِنى لَحَسودُ

ترجمو: "۽ جيڪو شخص ٻين کي مالدار ٿيڻ تي ملامت ڪري ٿو، ۽ الله تعالي کان مال و دولت جو سوال نہ تو ڪري، سو حقيقت ۾ حاسد آهي".

ترجمہ: "اور جو شخص دوسروں کو مالداری پر ملامت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے مال و دولت کا سوال نہیں کرتا، تو وہ واقعی حاسد ہے۔"

تشریح: "لاحی الرجال" یعنی: ان کی ملامت کی، اور کچھ کتابوں میں "عادی" (دشمنی کی) کا لفظ ذکر ہے، اور اکثر جگہوں پر "الرجال" کی بجائے "اناسا" کا ذکر ہے۔

* شاعر کہ رہاہے: * جو شخص دوسروں کو ان کی دولت پر ملامت کرے یا ان سے دشمنی رکھے اور خود اپنے لیے اللہ سے دولت کی دعا نہ کرے، وہ حسد کرنے والا ہوتا ہے۔

وقال لعمرو بن العاص السهمی

ترجمہ: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سہمی کو جواب دیتے ہوئے کہا:

زَعَمَ اِبنُ نابِغَةَ اللَئيمُ بِأَنَّنا	لا نَجعَلُ الأَحسابَ دونَ مُحَمَّدِ

ترجمو:"ابن نابغه لئيم اهو سمجهيو ته اسان پنهنجي خانداني حسب نسب کي نبي ڪريم محمد ﷺ جي عظمت آڏو قربان نه ڪنداسين، (جڏهن ته حقيقت ۾ اسان ائين ڪندا آهيون)."

ترجمہ:"ابن نابغہ لئیم نے یہ خیال کیا کہ ہم اپنے خاندانی حسب و نسب کو نبی کریم محمد ﷺ کی عظمت کے سامنے قربان نہیں کریں گے، (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم ایسا کرتے ہیں)۔"

أَموالَنا وَنُفوسُنا مِن دونِهِ	مَن يَصطَنِع خَيراً يُثَب وَيُحَمَّدِ

ترجمو:"اسان جو مال ۽ جانون پاڻ ﷺ (جي دفاع) ۾ قربان آهن. جيڪو نيڪي ڪندو، ان کي بدلو به ملندو ۽ تعريف به ڪئي ويندي."

ترجمہ: ہمارا مال اور جانیں آپ ﷺ (کے دفاع) میں قربان ہیں، جو نیکی کرے گا، اسے بدلہ بھی ملے گا اور تعریف بھی کی جائے گی۔

تشریح:"ابن نابغہ "سے مراد عمرو بن العاص السہمی ہے۔ "لئیم "کا مطلب ہے: کمینہ، کنجوس و تنگ دل، اور "احساب" جمع ہے حسب کا، جو کہ والدین میں ثابت شرف کو کہتے ہیں۔ "دون "کا لفظ تحقیر اور تقریب کے معنی میں

ہے، یہ کبھی ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور اسکو نصب دی جاتی ہے، اور کبھی اسم ہو کر استعمال ہوتا ہے اور اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے، جیسے: "ھذا دونک" اور "ھذا من دونک"۔

شاعر کہ رہا ہے: عمرو بن العاص نے یہ گمان کیا کہ ہم محمد ﷺ کی خاطر اپنی شرافت خاندانی کی قربانی نہیں دیں گے، حالانکہ حقیقت اس کے بر عکس ہے؛ ہم تو اپنے مالوں، جانوں، اور ہر عزیز چیز سے ان کی خاطر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں؛ کیونکہ آپ ﷺ ہر چیز سے زیادہ عظیم، بلند اور عزیز ہیں۔ اور جو شخص نیک عمل کرتا ہے، اسکو اس کی جزا بھی ملے گی اور اس کی تعریف کی جائے گی۔

فِتيانُ صِدقٍ كَاللُيوثِ مَساعِرٌ	مَن يَلقَهُم يَومَ الهِياجِ يُعَرِّدُ

ترجمو:"اسان جي جماعت ۾ سچا ماڻهو آهن،جيڪي شينهن وانگر بهادر ۽ جنگ جي باهه کي ڀڙڪائيندڙ آهن. جيڪو به انهن سان جنگ جي ڏينهن ملندو آهي،اهو ڀڄي ويندو آهي."

ترجمہ:"ہماری جماعت میں سچے لوگ ہیں، جو شیروں کی طرح بہادر اور جنگ (کی آگ) کو بھڑکانے والے ہیں۔ جو بھی انہیں لڑائی کے دن ملتا ہے، وہ بھاگ جاتا ہے۔"

تشریح:"فتیان صدق"، یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی، جس کی تقدیر یہ ہے نحن فتیان صدق یعنی ہم سچے جوان ہیں"۔ "کاللیوث" "اللیوث" جمع ہے لیث کی، اور لیث کا معنی ہے شیر۔ "مساعر"، یے دوسری خبر ہے، جمع ہے مسعر کی، اور مسعر اس کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے جنگ چھڑ جائے اور بھڑک جائے۔

"یوم الھیاج"، یعنی جنگ کا دن۔ "یعر د"، بھاگ جاتا ہے "تعرید" کا مطلب ہے فرار اختیا کرنا اور بھاگ جانا، اور کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب شکست کے وقت تیزی سے بھاگنا ہے۔

شاعر انہیں جنگ اور بہادری میں مبالغہ کے ساتھ بیان کرتا ہے، وہ کہتا ہے: "ہم سچے جوان ہیں، شیروں کی طرح دلیر، جو جنگ کو بھڑکانے والے ہیں، جو ہمیں جنگ کے دن ملے گا، وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کرے گا اور جلدی سے بھاگ جائے گا۔"

قَومُ اِبنِ نابِغَةِ اللِئامُ أَذِلَّةٌ	لا يُقبلونَ عَلى صَفيرِ المُرعَدِ

ترجمو:"ابن نابغہ جي قوم جا ڪمينہ ماڻھو ايترا ذليل آھن جو اھي ڊپ واري جي آواز تي بہ ڌيان نٿا ڏين (بلڪ ايترا بزدل آھن جو ان ڪان بہ ڀڄي وڃن ٿا)."

ترجمہ:"ابنِ نابغہ کی قوم کے کمینے لوگ اتنے ذلیل ہیں کہ وہ خوف زدہ کی آواز پر بھی توجہ نہیں دیتے (بلکہ اتنے بزدل ہیں کہ اس سے بھی بھاگ جاتے ہیں)۔"

تشریح:"اللئام" یہ قوم کی صفت ہے، "الصفیر" سے مراد وہ آواز ہے جو منہ اور ہونٹوں سے نکالی جاتی ہے (سیٹی)، اور "الصافر" ایک بزدل پرندہ ہے جو اپنا سر جھکاتا ہے اور اپنی ٹانگ سے لٹک جاتا ہے، ساتھ ہی خوف سے سیٹی بجاتا ہے تاکہ سو نہ جائے اور پکڑا نہ جائے۔ اسی کے ساتھ بعض نے ان کے قول "أجبن من صافر" (یعنی صافر سے بھی زیادہ بزدل) کی تفسیر کی ہے۔ "المرعد" یعنی وہ جو خوف سے کانپ رہا ہو۔ ابنِ نابغہ کی قوم کو بزدلی سے متصف کرتے ہوئے شاعر کہتے ہیں کہ وہ اس قدر بزدل ہیں کہ خوف زدہ کی سیٹی کی آواز سے بھی بھاگ جاتے ہیں۔

وَبَنى لَهُم بَيتاً أَبوكَ مُقَصِّراً	كُفراً وَلُؤماً بِئسَ بَيتُ المَحتِدِ

ترجمو:"۽ تنھنجي پيءُ انھن لاءِ ڪفر ۽ ملامت جو گھر تيار ڪيو، ۽ اصل جي اعتبار سان اھو گھر تمام خراب آھي."

ترجمہ:"اور تیرے باپ نے ان کے لیے کوتاہی کرتے ہوئے کفر اور ملامت کا گھر بنایا، اور اصل کے اعتبار سے یہ گھر بہت برا ہے۔"

تشریح: "وبنی لھم" "لھم میں موجود ھم ضمیر کا مرجع قوم ابن نابغہ ہے اور ابوک میں جو مخاطب کی ضمیر ہے وہ ابن نابغہ کے لیے "المحتد" کا معنی ہے اصل۔

شاعر کہ رہاہے تیرے باپ نے تیری قوم کے لیے ملامت اور عار کا گھر بنایا وہ گھروں میں سے سب سے بدترین گھر ہے یعنی اس کی اصل ذلیل ہے اور اس کی جڑ خراب ہے۔

وقال رضی اللہ عنہ یرثی نافع بن بدیل استشھد یوم بئر معونۃ

ترجمہ: اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نافع بن بدیل کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا، جو بئر معونہ کے دن شہید ہوئے تھے۔

نوٹ:

تمام سیرت اور تراجم کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ ان دو شعروں کے کہنے والے عبد اللہ بن رواحہ ہیں، نہ کہ حسان بن ثابت۔

رحمَ اللہُ نافعَ بنَ بديلٍ	رحمةَ المشتھی ثوابَ الجھادِ

ترجمو: "الله تعالي نافع بن بديل تي رحم فرمائي، جيئن جهاد جي ثواب جي خواهشمند تي رحم فرمائي تو."

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پر رحم فرمائے، جیسے جہاد کے ثواب کے خواہش مند پر رحم فرماتا ہے۔"

تشریح: "المشتہی" اسم فاعل ہے شہوت سے، اور اس کا مطلب ہے کسی چیز کی طرف نفس کا شوق یا خواہش۔

شاعر کہ رہے ہیں: 'اللہ تعالی نافع بن بدیل پر رحمت فرمائے، ایسی رحمت جس کا نزول اس پر ہوتا ہے جو جہاد کے ثواب کا مشتاق ہو۔'

اور بہت سی کتابوں میں 'رحمۃ المشتہی' کی جگہ 'رحمۃ المبتغی' کا ذکر ملتا ہے۔"

صَابِراًصادقَ الحَديثِ إذَا مَا	أَكْثَرَ القومُ قالَ قَوْلَ السَّدَادِ

ترجمو:"اهو صبر ڪندڙ ۽ سچيون ڳالهيون ڪندڙ هيو. جڏهن ماڻهو مختلف ڳالهيون ڪندا هئا، ته اهو هميشه درست ڳالهه ڪندو هيو."

ترجمہ:"وہ صبر کرنے والے اور سچی باتیں کہنے والے تھے۔ جب لوگ مختلف باتیں کرتے، تو وہ ہمیشہ درست بات کیا کرتے تھے۔

تشریح:"شاعر کہ رہاہے کہ وہ مشکلات اور آزمائشوں پر صبر کرنے والے تھے، اور ہر حال میں سچ بولنے والے تھے۔ جب لوگ مختلف باتوں میں مشغول ہو جاتے، تو وہ ہمیشہ درست اور مناسب بات کہتے تھے۔"

وقال رضی اللہ عنہ

فَلَمّا أَناخُوا بِجَنْبَیْ صِرارٍ	وَشَدّوا السُّرُوجَ بِلَیِّ الحُزُمِ

ترجمو:جڏهن اهي صرار نالي جبل وٽ ٽڪيا ۽ رسيون وٽي مضبوط ڪري ڪجاوا ڪسيا.

ترجمہ: جب وہ لوگ صرار نامی پہاڑ کے پاس ٹھہرے اور رسیوں کو بل دے کر مضبوطی سے کجاوے کس لیے۔"

تشریح:"فلما اناخوا بجنبَي صرار "یعنی جب وہ لوگ صرار کے پاس ٹھہرے۔

"صرار" "مدینہ" سے عراق کے راستے پر تین میل کے فاصلے پر واقع ایک پہاڑ ہے، اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ایک قدیم کنواں ہے۔ اور "بلی" (باجارہے) اور لی کا معنی ہے بل دینا، لپیٹنا، اور "الحزم" حزام کی جمع ہے۔ حزام رسی یا ایسی دوسری چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو باندھا جاتا ہے۔

آگے جو حاشیہ میں کہا گیا ہے: یقول: لَمَّا نَزَلَ أهل قبیلتنا عند جبل صرار وفتحوا السروج للاستراحة

انہوں نے حاشیہ میں کہا ہے "فتحوا السروج للاستراحة" حالانکہ اوپر "شدوا" کے الفاظ ہیں یعنی شعر میں "شدوا" کا مطلب ہے "باندھنا" یا "مضبوطی سے باندھنا"، جبکہ تشریح میں "زینیں آرام کرنے کے لیے کھولیں" کہا جارہا ہے۔

یہاں ایک تضاد ہے، کیونکہ "شدوا" کا مفہوم زینوں کو باندھنے کا ہے، نہ کہ کھولنے کا۔

میرے خیال میں مناسب یہی ہے کہ یوں کہا جائے: یقول: لَمَّا نَزَلَ أهل قبیلتنا عند جبل صرار وشدوا السروج

یعنی "جب ہمارے قبیلے کے لوگ صرار نامی پہاڑ کے پاس ٹھہرے اور کجاوے کس لیے"۔

ویسے جہاں ٹھہرا جاتا ہے وہاں کجاوے کھول دیے جاتے ہیں، لیکن کیونکہ یہاں "شدوا" کا لفظ ہے تو کجاوے کھولنا معنی کرنا مناسب نہیں۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ "جب وہ صرار نامی پہاڑ کے پاس پہنچے اور آگے کی تیاری کے لیے زینیں مضبوطی سے باندھیں۔ کیونکہ آگے والا جو شعر ہے اس میں یہودیوں کے خوفزدہ ہونے اور ان پر لشکر کے حملے کا ذکر ہے تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جب مضبوطی سے کجاوے کس لیے تو یہودیوں کو تیز رفتار گھوڑوں اور پیچھے سے حملہ کرنے والوں کے علاوہ کسی چیز نے خوفزدہ نہیں کیا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

فَمَا رَاعَهُم غَيْرُ مَعْجِ الخُيولِ	وَالزَّحْفِ مِن خَلْفِهِم قَدْ دَهِمَ

ترجمو:”تہ انھن (يھودين) کي تيز رفتار گھوڙن ۽ غفلت ۾ پوئين پاسي کان حملو ڪندڙ لشڪر کانسواءِ ٻي ڪنھن شيءِ خوفزده نہ ڪيو.“

ترجمہ: "تو انہیں (یہودیوں کو) تیز رفتار گھوڑوں اور غفلت میں پیچھے سے حملہ کرنے والے لشکر کے علاوہ کسی چیز نے خوفزدہ نہیں کیا۔"

تشریح: "فمارا عھم" میں راع، یروع، روعا سے ہے، جس کا معنی ہے "خوفزدہ کیا انہیں"، اور الروع "را" کی زبر کے ساتھ "خوف" کو اور پیش کے ساتھ "دل اور عقل" کو کہتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "وقع ذلک فی رُوعی"، یعنی "یہ بات میرے دل میں آئی"۔ حدیث شریف میں بھی آتا ہے "ان روح الامین نفث فی روعی" یعنی "جبریل امین نے میرے دل میں القاء کیا"۔ "معج الخیول" کا معنی ہے "گھوڑوں کا تیز دوڑنا اور تیزی سے گزر جانا"۔ "من خلفھم" میں ھم ضمیر کا مرجع یہود ہے، جو پہلے اشعار میں گزر چکا ہے۔

شاعر کہہ رہا ہے: اس وقت انہیں کسی چیز نے خوفزدہ نہیں کیا، سوائے اس کے کہ تیز رفتار گھوڑے ان کے پیچھے سے آ جائیں، جب کہ وہ غافل اور بے خبر ہوں اور تیار نہ ہوں۔

فَطَارُوا سِلاَلًا وَقَدْ أُفْزِعُوا	فَطِرْنَا إِلَيْهِمْ كَأُسْدِ الْأَجَمِ

ترجمو:"ھنن لڪ چپ ۾ حملو ڪيو حالانڪہ اھي ڊنل ھئا، تہ اسان جھنگ جي شينھن وانگر مٿن حملو ڪيو ."

ترجمہ: "انہوں نے چھپکے سے حملہ کیا حالانکہ وہ ڈرے ہوئے تھے، تو ہم ان کی طرف جنگل کے شیروں کی طرح جھپٹے۔"

تشریح: "سلالًا" کا معنی ہوتا ہے "چھپکے سے"۔ نیچے حاشیے میں جو لفظ "متفرقین" (یعنی متفرق ہو کر) لکھا گیا ہے، وہ غالباً "شلالًا" کا معنی لکھا گیا ہے کیونکہ کچھ نسخوں میں "سلال" کی جگہ "شلال" کا لفظ آیا ہے۔ "شلال" کا مطلب ہوتا

ہے "متفرق ساتھی" یا "بکھرے ہوئے لوگ"۔ چونکہ یہاں "سلال" لفظ ہے، اس لیے "سلال" کا معنی ہوگا "چھپکے سے"، جیسا کہ آگے خود بیان کیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ "انْسَلَّ فلانٌ من بین قوم یعدو" جب کوئی شخص اپنی قوم کے درمیان سے خفیہ طور پر دوڑتے ہوئے نکل جائے۔

"الأجم" کا معنی "الذی لا قرن لہ" مجھے کسی لغت میں نہیں ملا، تاہم "الأجم" دراصل "اجمۃ" کی جمع ہے، جس کا مطلب ہے جھاڑی یا گھنے اور گنجان جنگل۔ یہ معنی کافی لغات میں موجود ہے اور یہاں سیاق کے لحاظ سے بھی یہی مناسب لگ رہا ہے۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ جب دشمن ہم پر حملہ آور ہوتا ہے، تو ہم ان کی طرف جنگل کے شیروں کی طرح جھپٹتے ہیں۔

عَلَى كُلِّ سَلْهَبَةٍ فِي الصِّيَانِ	لَا تَسْتَكِينُ لِطُولِ السَّأَمِ

ترجمو: جنگ جي وقت اسان اهڙن گھوڙن تي سوار هوندا آهيون جيڪي ڊگها، مضبوط ۽ محفوظ چمڙي وارا هوندا آهن، جيڪي گهڻي ٿڪاوٽ جي باوجود به آرام ڪري مزو ناهن وٺندا.

ترجمہ: لڑائی کے وقت ہم ایسے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں جو لمبے، مضبوط، اور محفوظ جلد والے ہیں، جو لمبی تھکاوٹ کے باوجود بھی آرام کر کے لطف نہیں لیتے۔

تشریح: "عَلَى كُلِّ سَلْهَبَةٍ" سلہبۃ سے مراد لمبے گھوڑے ہیں۔ "الصِّيَان" "الصّوان" کی طرح ہے یعنی جس کے ذریعے حفاظت کی جائے۔ یعنی یہ گھوڑے اپنی دوڑ کو کبھی محفوظ رکھ کر بچاتے ہیں اور کبھی اس دوڑ پر پوری جان لگاتے ہیں۔

"السَّأم" کا معنی ہے تھکاوٹ۔

شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ ہم ایسے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں جو لمبے، سخت، اور محفوظ جلد والے ہوتے ہیں، اور لمبی تھکاوٹ کے باوجود آرام کر کے لطف اندوز نہیں ہوتے۔

وَكُلِّ كُمَيْتٍ مَطَارِ الْفُؤَادِ	أَمِيْنِ الْفُصُوْصِ كَمَثَلِ الزَّلَمِ

ترجمو:"اسان اهڙن چٽڪمرن گهوڙن تي سوار ٿيندا آهيون جيڪي تيز دل وارا آهن ۽ انهن جا جوڙ بنا پرن جي تير جيان مضبوط ۽ محفوظ آهن."

ترجمہ:"ہم ایسے چتکبرے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں جو تیز دل ہیں اور ان کے جوڑ بے پر کے تیر کی طرح مضبوط و محفوظ ہیں۔"

تشریح:"وکل کمیت "کمیت اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا سرخی مائل سیاہ رنگ ہو، یعنی ایسی سرخی جس میں سیاہی کی آمیزش ہو۔ یہ لفظ نر اور مادہ دونوں گھوڑوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ کمیت اور اشقر (سنہری) گھوڑے میں فرق ان کی ایال (گردن کے بال) اور دم کے رنگ سے کیا جاتا ہے؛ اگر یہ دونوں (ایال اور دم) سرخ ہوں تو گھوڑا "اشقر" کہلاتا ہے، اور اگر یہ دونوں سیاہ ہوں تو "کمیت" کہلاتا ہے۔

"مطار الفؤاد" کا مطلب ہے تیز دل والا، اور "امین الفصوص "یعنی جوڑوں اور کلائیوں میں مضبوط اور محفوظ۔ "الزلم" تیر کو کہتے ہیں۔
شاعر کہتا ہے کہ ہم ایسے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں جن کے رنگ سیاہ اور سرخ کے بیچ ہوتے ہیں، وہ تیز دل ہیں اور ان کے جوڑ مضبوط ہیں۔ یہ گھوڑے اس انداز میں دوڑتے ہیں جیسے تیر کی طرح سیدھے اڑ رہے ہوں۔

عَلَيْهَا فَوَارِسُ قَدْ عَاوَدُوا	قِرَاعَ الْكُمَاةِ وَضَرْبَ الْبُهْمِ`

ترجمو: "انهن گهوڙن جي پُٺن تي اهڙا بهادر سوار موجود آهن، جيڪي بهادر جوانن سان وڙهڻ ۽ ماهر جوانن تي وار ڪرڻ جا عادي آهن."

ترجمہ:"ان گھوڑوں کی پشتوں پر ایسے شہسوار موجود ہیں جو انتہائی بہادروں سے لڑنے اور ماہر جوانوں پر وار کرنے کے عادی ہیں۔"

تشریح: "عَلَیْهَا" میں "هَا" کی ضمیر "خُیُول" یعنی گھوڑوں کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ اوپر کے اَشعار میں بیان ہوئے ہیں اور وہ موصوف ہیں۔ "عَاوَدُوا" کا مطلب ہے کہ وہ عادی ہیں اور تجربہ اور مشق رکھتے ہیں، "القِرَاع" یعنی تلواروں سے لڑنا، "الکُمَاۃ" "کَمِيّ" کی جمع ہے جس کا مطلب ہے بہادر، اور "البُهْم" "بُهْمَة" کی جمع ہے، جس کا معنی ہے بہادر۔ "رَجُلٌ بُهْم" کہتے ہیں ایسے بہادر مرد کو جس کے بارے میں یہ جاننا مشکل ہو کہ اس پر کہاں سے حملہ کیا جائے۔

شاعر کہتا ہے کہ ان گھوڑوں کی پشتوں پر ایسے شہسوار موجود ہیں جو بہادروں کے ساتھ لڑنے اور جنگ کرنے کے عادی ہیں اور اس میدان میں مہارت اور مشق رکھتے ہیں۔

لُيُوثٌ إِذَا غَضِبُوا فِي الحُرُوبِ	لَا يَنكِلُونَ وَلَكِنْ قُدُم

ترجمو: "هو شينهن وانگر بهادر آهن، جڏهن اهي جنگ ۾ غضبناڪ ٿين ٿا ته پوئتي نه ٿا هٽن، پر اڳتي وڌندا وڃن ٿا."

ترجمہ: "وہ شیروں کی طرح بہادر ہیں، جب وہ جنگ میں غضبناک ہو جاتے ہیں، تو پیچھے نہیں ہٹتے، بلکہ آگے بڑھتے جاتے ہیں۔"

تشریح: "لاینکلون" کا مطلب ہے نہ تو وہ پیچھے ہٹتے ہیں اور نہ ہی بزدل ہوتے ہیں۔ "القدم" اسے کہتے ہیں جو چیزوں کا مقابلہ بہادری سے کرے، لوگوں سے آگے ہو، اور جنگوں میں سب سے آگے آگے چلنے والا ہو۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ بہادری میں شیروں کی طرح ہیں؛ جب وہ جنگوں میں غضبناک ہو جاتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ آگے کی طرف بڑھتے ہیں اور اپنی بہادری کی وجہ سے جنگ میں گھس جاتے ہیں۔"

فَأُبْنَا بِسَادَاتِهِمْ وَالنِّسَاءِ	قَسْرًا وَأَمْوَالِهِمْ تُقْتَسَم

ترجمو:"(جڏهن اسين جنگ مان واپس اچون ٿا)، ته انهن جي سردارن ۽ عورتن کي (قيد ڪري) ۽ انهن جي مال کي غالب ٿي پاڻ سان گڏ ڪٽي اچون ٿا اهڙي حالت ۾ جو اهي ورهايل هوندا آهن ."

ترجمہ:"(جب ہم جنگ سے واپس آتے ہیں)، تو ان کے سرداروں اور عورتوں کو (قید کرکے) اور ان کے مال کو غلبے کے طور پر ساتھ لے کر آتے ہیں اس حال میں کہ وہ تقسیم کیے ہوئے ہوتے ہیں۔"

تشریح:"فابنا" کا معنی ہے ہم لوٹے "قھرا" زبردستی اور غلبے کے طور پر، کہا جاتا ہے قسرہ یقسرہ یعنی اس پر غالب آیا اور اسے مغلوب کیا "اموالھم" کا عطف ہے سادا تھم پر "تقسم" یے جملہ حالیہ ہے

شاعر کہتا ہے: ہم نے جنگ میں دشمن پر غلبہ حاصل کیا اور ان کے سرداروں، عورتوں اور مال و اسباب کے ساتھ واپس آئے، پھر ہم نے انہیں آپس میں تقسیم کر لیا۔

اور یہ اس وقت ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پچیس راتوں تک محاصرے میں رکھا تو انہوں نے جلاوطنی پر صلح کی درخواست کی، جیسا کہ 'بنی نضیر' کے ساتھ ہوا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا اور انہوں نے اپنے سردار سعد بن معاذ کے فیصلے کو قبول کیا، جس نے مردوں کو قتل کرنے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔"

وَرِثْنَا مَسَاكِنَهُمْ بَعْدَهُمْ	وَكُنَّا مُلُوكًا بِهَا لَمْ نَرِمْ

ترجمو:"اسان انهن کان پوءِ انهن جي گهرن جا وارث بڻياسين، ۽ انهن (گهرن) جا اهڙا مالڪ ٿي وياسين جو ڪڏهن به اتان جدا نه ٿياسون."

ترجمہ: ہم ان کے بعد ان کے گھروں کے وارث بنے، اور ان (گھروں) کے ایسے مالک ہوئے کہ کبھی وہاں سے جدا نہ ہوئے۔

تشریح:"بہا" یعنی: ان کے مکانات میں۔ "لم نرم" یعنی ہم وہاں سے نہ ہٹے اور نہ ہی وہاں سے جدا ہوئے۔

شاعر کہتا ہے: ہم نے ان کے مکانات ان کے بعد وراثت میں پائے اور ہم وہاں بادشاہوں کی طرح رہے، وہاں سے نہ ہٹے اور نہ ہی جدا ہوئے۔

فَلَمّا أَتانا رَسولُ المَليكِ

فلمّا أتانا رَسُولُ المَلِيـ	ـكِ بالنُّورِ والحقّ بعد الظُّلَمْ

ترجمو:"جڏهن اسان وٽ وڏي بادشاهي جي مالڪ (الله) جا رسول ﷺ ظلم کان پوءِ نور ۽ حق کڻي تشريف فرما ٿيا."

ترجمہ:"جب ہمارے پاس عظیم بادشاہت کے مالک (اللہ) کے رسول ﷺ، ظلم کے بعد، نور اور حق لے کر تشریف لائے."

تشریح:"فلما اتانا رسول الملیک "یعنی جب ہمارے پاس عظیم بادشاہت کے مالک کے رسول ﷺ آئے۔
ان اشعار میں شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے، اور انصار کی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی مدد کرنے، اور ان کی بہادری کو بیان کر رہا ہے۔"الملیک" مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے عظیم بادشاہت کا مالک، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ(55)

ترجمہ: عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں ہوں گے۔

"النور" نور روشنی کو کہتے ہیں، اور اس کی جمع "أنوار" ہے۔ "الحق" حق، باطل کا ضد ہے، اور حق بھی حقوق کا واحد ہے۔ "الظلم" ظلمات کی جمع ہے، اور یہ نور (روشنی) کا ضد ہے۔
شاعر کہتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نور اور حق لے کر تشریف لائے، جبکہ دنیا کے کونے کونے میں شرک اور کفر کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

رکنا إليهِ ولمْ نعصهِ	غداۃَ أتانا منَ ارضِ الحرمْ

ترجمو:"پوءِ اسان پاڻ ﷺ ڏانهن مائل ٿي وياسين ۽ سندن جي نافرماني نہ ڪئي. پاڻ ﷺ اسان وٽ صبح جي وقت تشريف فرما ٿيا."

ترجمہ:"توہم آپ ﷺ کی طرف مائل ہوگئے اور آپ کی نافرمانی نہ کی۔ آپ ﷺ ہمارے پاس صبح کے وقت تشریف لائے۔'

تشریح:"رکنا اِلیہ "یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف مائل ہوئے۔"رکنا" جمع متکلم کا صیغہ ہے، باب نصر سے، جس کا معنی ہوتا ہے کسی کی طرف مائل ہونا یا کسی سے مانوس ہونا۔ اور "رکِن "کسر کے ساتھ یعنی باب سمع سے بھی آیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

فلا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورہ ہود 113)۔

"ولم نعص" یہ بھی جمع متکلم کا صیغہ ہے، "ضرب" سے، جس کا معنی نافرمانی کرنا ہے، جیسے کہتے ہیں "عصی العبد مولاہ عصیا ومعصیۃ فھو عاص "یعنی غلام نے اپنے آقا کی نافرمانی کی۔ "الغداۃ" صبح کی نماز سے لے کر سورج طلوع ہونے تک جو وقت ہے، اس کو "غداۃ" کہتے ہیں، اور "الأرض الحرم" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔
شاعر کہتا ہے کہ جب رسول ﷺ مکہ مکرمہ سے صبح کے وقت ہمارے پاس آئے، تو ہم نے آپ ﷺ کی فرمانبرداری کی اور جس چیز کا آپ نے حکم کیا، اس کی ہم نے نافرمانی نہیں کی۔

وَقُلنا صَدَقتَ رَسولَ المَليكِ	هَلُمَّ إِلَينا وَفينا أَقِم

ترجمو:"۽ اسان عرض ڪيو، توهان سچ فرمايو، اي وڏي بادشاهي جي مالڪ (الله) جا رسول، اسان وٽ تشريف آڻيو، ۽ اسان ۾ قيام فرمايو."

ترجمہ:"اور ہم نے کہا، آپ نے سچ فرمایا، اے عظیم بادشاہت کے مالک (اللہ) کے رسول، ہمارے پاس تشریف لائیں، اور ہم میں قیام فرمائیں۔"

تشریح:"وقلنا: صدقت رسول الملیک "یعنی ہم نے عرض کیا کہ آپ نے سچ فرمایا اے عظیم بادشاہت کے مالک (اللہ) کے رسول ﷺ۔

"ھلم" ھلم کا معنی ہے تعال وا قبل یعنی آئیں، تشریف لائیں،
قریش کی زبان میں یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

خلیل نے کہا کہ اس کا اصل "لُمَّ" ہے، جو عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: "لمَّ الله شعثَہ" ای جمعہ یعنی اللہ تعالی ان کے بکھرے ہوئے حالات کو جمع کرے (درست کرے)، تو یہاں اس کا مطلب ہے "لُمّ نفسَک إلینا" یعنی "اپنے آپ کو ہمارے قریب لائیں"۔

اس میں "ھا" تنبیہ کے لیے ہے اور اس کے "الف" کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ لفظ عام طور پر بہت استعمال ہوتا ہے۔ "ھلم" کا استعمال لازمی طور پر ہوتا ہے، جیسا کہ "ھلم إلینا" یعنی "آؤ ہمارے پاس"، اور یہ متعدی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے:
" هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ "(الانعام:۱۵۰)
ترجمہ: اپنے گواہوں کو حاضر کرو۔

فنشهدْ أنكَ عندَ الملى	كِ أرسلتَ حقاً بدينٍ قيمْ

ترجمو: "اسان گواهي ڏيون ٿا تہ توهان کي عظيم بادشاهت جي مالڪ وٽان سڌي ۽ اعتدال پسند دين سان حق طور موڪليو ويو آهي."

ترجمہ: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کو عظیم بادشاہت کے مالک کے پاس سے سیدھے اور معتدل دین کے ساتھ حق کے طور پر بھیجا گیا ہے۔"

تشریح: "دین قیم" دین قیم "کا مطلب ہے: ایسا دین جو سیدھا اور معتدل ہو، جس میں کوئی کجی نہ ہو۔
شاعر کہہ رہا ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اور مضبوط، سیدھے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

فنادِ بما كنتَ أخفيتهُ	نداءً جهاراً ولا تكتتمْ

ترجمو:" جيڪي دعوت توهان پهريان لڪائي ڏيندا هئا، هاڻي ظاهر ڪري ڏيو، ان کي نہ لڪايو."

ترجمہ:"جو دعوت آپ پہلے پوشیدہ دیا کرتے تھے، اب اعلانیہ دیجیے، اسے مت چھپایئے۔"

تشریح: "فناد" امر کا صیغہ ہے نداء سے، اور اس کا معنی ہے بلند آواز سے پکارنا۔ "بما کنت أخفیتہ" یعنی جو آپ پہلے اپنی رسالت کے بارے میں چھپاتے تھے۔ "ولا تکتتم" یعنی اسے مت چھپائیں۔ "الاکتتام" (چھپانا) اعلان (ظاہر کرنے) کا ضد ہے۔

شاعر کہہ رہا ہے کہ (انہوں نے کہا) اپنی رسالت کی طرف اعلانیہ بلائیں اور اسے چھپائیں نہیں۔

فإنا وأولادنا جنةٌ	نَقِيكَ وَفِی مالِنا فاحتكِمْ

ترجمو:"اسان ۽ اسان جا ٻار اوهان لاءِ حفاظتي ڍال آهيون، اسان اوهان کي (هر نقصان کان) بچائينداسين، ۽ اسان جي مالن ۾ اوهان کي (هي اختيار آهي تہ) جيئن چاهيو فيصلو ڪريو."

ترجمہ:"ہم اور ہماری اولاد آپ کے لیے حفاظتی ڈھال ہیں، ہم آپ کو (ہر نقصان سے) بچائیں گے، اور ہمارے اموال میں (آپ کو اختیار ہے کہ) جیسے چاہیں فیصلہ کریں۔"

تشریح: "جنۃ" الجنۃ سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے آڑ لی جائے یا کسی چیز کو چھپایا جائے۔ "نقیک" "وقی، یقی، وقایۃ" سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے بچانا یا حفاظت کرنا۔

شاعر کہتا ہے (انہوں نے کہا) کہ: "ہم اور ہماری اولاد آپ کے لیے ایک حفاظت ہیں۔ ہم آپ کو لوگوں کے نقصان سے بچائیں گے۔ ہمارے مال آپ کے لیے حلال ہیں؛ آپ ان میں جیسا چاہیں فیصلہ کر سکتے ہیں اور جسے چاہیں دے سکتے ہیں۔"

فَنحنُ وُلاتُكَ إذ كَذَّبوكَ	فَنادِ نِداءً وَلا تَحتَشِمِ

ترجمو:"جڏهن ماڻهن توهان کي ڪوڙو چيو آهي، ته اسان توهان جا حامي ۽ ساٿي آهيون.
توهان بي ڌڙڪ بلند آواز سان دعوت ڏيو."

ترجمہ:"جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے، تو ہم آپ کے حمایتی اور ساتھی ہیں۔ آپ بلا جھجھک بلند آواز سے دعوت دیں۔"

تشریح:"فنحن ولاتک "یعنی ہم آپ کے محافظ اور مددگار ہیں۔ "الولاۃ" جمع ہے "الوالي" کی، جو اسم فاعل ہے، اور اس کا مطلب ہے کسی معاملے کی ذمہ داری یا نگہبانی کرنا۔ "کذبوک "یعنی کفار نے آپ کو جھٹلایا، یعنی قریش کے کفار۔ "ولا تحتشم "یعنی آپ شرمندہ نہ ہوں اور نہ گھبرائیں۔

شاعر کہہ رہا ہے (انہوں نے کہا) کہ: ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی نصرت میں حاضر ہیں جب قریش کے کفار نے آپ کو جھٹلایا۔ پس آپ اپنے فرائض کو بے خوف و بے جھجک انجام دیں اور ان کافروں سے شرم یا جھجھک محسوس نہ کریں، اور نہ ان سے دلگیر ہوں۔

فَطارَ الغُواةُ بِأَشياعِهِم	إِلَيهِ يَظُنّونَ أَن يُختَرَم

ترجمو:"قريش جا سرڪش ماڻهو پنهنجي سردارن سان گڏجي، حضور عليہ الصلاۃ والسلام کي شهيد ڪرڻ جي ارادي سان اڳتي وڌيا."

ترجمہ:" قریش کے سرکش لوگ اپنے سرداروں کے ساتھ مل کر آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو شہید کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔"

تشریح:"طار الغواۃ بأشیاعھم ":الغواۃ 'الغاوي' کی جمع ہے، جیسے 'الرواۃ' 'الراوي' کی جمع ہے۔ الغواۃ فساد کرنے والوں اور گمراہ کرنے والوں کو کہا جاتا ہے۔ 'أشیاعھم 'کا مطلب ہے پیروکار اور حامی، اور 'شیعۃ' کا جمع 'شیع' ہے، اور جمع الجمع 'أشیاع' ہے۔ 'أن یخترم 'کا معنی ہے ہلاک کرنا؛ کہا جاتا ہے: 'اخترمھم الدھر 'یعنی زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا۔

شاعر کہتا ہے کہ جب انہیں حق کی دعوت دی تو قریش کے کافر اپنے پیروکاروں کے ساتھ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو شہید کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔

فَقُمنا بِأَسيافِنا دونَهُ	نُجالِدُ عَنهُ بُغاةَ الأُمَم

ترجمو: "پوءِ اسان پنهنجون تلوارون کڻي سندن (پاڻ عليه الصلاة والسلام) جي حفاظت لاءِ بيهي رهياسون، ۽ سندن (پاڻ عليه الصلاة والسلام) جي خاطر قومن جي باغين سان جنگ ڪئي."

ترجمہ: "تو ہم اپنی تلواریں لے کر ان (آپ علیہ الصلاۃ والسلام) کی حفاظت کے لیے کھڑے ہو گئے، اور ان (آپ علیہ الصلاۃ والسلام) کی خاطر قوموں کے سرکشوں سے جنگ کی۔"

تشریح: "فقمنا باسیافنا دونہ "یعنی ہم اپنی تلواریں لے کر آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے کھڑے ہو گئے۔" دونہ" ظرفِ مکان ہے، یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہو گئے۔" نجالد عنہ "یعنی ہم آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے سرکشوں کو دور کر رہے تھے۔" عنہ "میں" ہ "ضمیر کا مرجع رسول اللہ ﷺ ہیں۔" البغاۃ" (سرکش) "الباغي" کی جمع ہے، جیسے "العصاۃ" "العاصي" کی جمع ہے۔

شاعر کہہ رہا ہے: ہم اپنی تلواروں سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو دشمنوں سے بچاتے رہے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے ڈھال بن گئے، سرکشوں سے آپ کا دفاع کرتے رہے۔

ديوان الإمام الشافعي رحمه الله

حب آل محمد ﷺ

مختصر حالات زندگی:

امام الشافعی ایک زاہد، فقیہ، محدث، ادیب، اور لغوی ہیں جن کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہے۔ "شافعی" کا لقب ان کے جد ثالث (دادا) کی نسبت سے ہے۔ آپ 150 ہجری میں "غزہ" (فلسطین) میں پیدا ہوئے، اور پھر آپ کی والدہ نے آپ کو "مکہ" منتقل کر دیا۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد، آپ "ہذیل" قبیلے کے درمیان رہے، جو عرب کے سب سے فصیح لوگوں میں شمار ہوتا ہے، اور وہاں سترہ سال گزارے۔
پھر امام الشافعی نے فقہ کا علم حاصل کرنے کی نیت کی اور مکہ کے معروف فقیہ مسلم بن خالد الزنجي سے علم حاصل کیا۔ آپ نے امام مالک کی مشہور کتاب "موطأ" کو نو راتوں میں حفظ کیا۔ بعد ازاں، آپ نے "مدینہ" کی طرف سفر کیا تاکہ امام دار الہجرہ سے ملاقات کر سکیں اور ان کے سامنے "موطأ" کی قراءت کر سکیں۔ آپ امام مالک کی وفات (179 ہجری) تک وہاں مقیم رہے اور خود 204 ہجری میں وفات پا گئے۔

تَأَوَّهَ قَلْبِي وَالفُؤَادُ كَئِيبُ	وَأَرِّقَ نَوْمِي فَالسُّهَادُ عَجِيبُ

ترجمو:"منهنجي دل آه آه ڪري رهي آهي ۽ مان غمگين آهيان، منهنجي ننڊ اُڏامي چڪي آهي ۽ عجيب بي خوابي (بي آرامي) آهي."

ترجمہ: میرا دل آہ آہ کر رہا ہے اور میں غمگین ہوں، میری نیند اُڑ چکی ہے اور عجیب سی بے خوابی ہے۔"

الفاظ کے معانی: (* تاوہ *) آہ آہ کرنا (* کئیب *) غمگین، دل شکستہ، دلگیر (* ارق *) نیند نہ آنا، بے خوابی طاری ہونا (* السھد والسھاد *) بی خوابی

فَمَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي الْحُسَيْنَ رِسَالَةً	وَإِنْ كَرِهَتْهَا أَنْفُسٌ وَقُلُوبُ

ترجمو: "ڪير آهي جو حضرت امام حسين رضی الله عنه تائين منهنجو اهو پيغام پهچائي، جيتوڻيڪ ڪجهه دل ۽ نفس ان کي ناپسند ڪن ٿا."

ترجمہ: "تو کون ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک میرا یہ پیغام پہنچادے، اگرچہ کچھ دل اور نفس اسے ناپسند کرتے ہیں۔"

فَلِلسَّيفِ أَغْوَالٌ وَلِلرُّمحِ رَنَّةٌ	فَلِلْخَيلِ مِن بَعْدِ الصَّهيلِ نَحِيبُ

ترجمو: "تلوارون (غلط استعمال جي سبب) مصيبت ۾ آهن، ۽ نيزن جا چيخن جا آواز آهن ۽ گهوڙن جا هڻڪڻ بعد روئڻ جا آواز آهن."

ترجمہ: "تلواریں (غلط استعمال کی وجہ سے) مصیبت میں ہیں، اور نیزوں کی چیخ وپکار کی آوازیں ہیں اور گھوڑوں کی ہنہنانے کے بعد رونے کی آوازیں ہیں۔

الفاظ کے معانی: (* السیف *) تلوار (* اغوال *) غُول کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہلاکت، مصیبت، فساد، موت (* الرمح *) واحد ہے اسکی جمع ارماح رماح آتی ہے جس کا معنی ہے نیزہ۔ (* رنۃ *) زور کی آواز، زوردار چیخ، رونے یا گانے کے وقت کی غمگین آواز (* صھیل *) گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز (* نحیب *) سسکی، سخت گریہ واویلا، سسکیاں بھر کے رونے والا۔

ذَبِيحٌ بِلَا جُرْمٍ كَأَنَّ قَمِيصَهُ	صَبِيغٌ بِمَاءِ الأُرجُوانِ خَضِيبُ

ترجمو: "پاڻ بنا ڪنهن جرم جي شهيد ڪيا ويا، چڙ ته سندن جي قميص کي ارجوان جي پاڻي سان رنگيو ويو ۽ ڳاڙهو ڪيو ويو."

ترجمہ:"آپ بغیر جرم کے شہید کر دیے گئے، گویا کہ آپ کی قمیص کو ارجوان کے پانی سے رنگ دیا گیا اور سرخ کر دیا گیا۔"

الفاظ کے معانی:(* ذبیح *) مذبوح، ذبح کیا ہوا، مقتول (* صبیغ *) رنگا ہوا (* الارجوان *) ایک حسین سرخ پھول والا پودا، گہرے سرخ رنگ کا گوند، سرخ رنگ کا کپڑا۔ (* خضیب *) خضاب شدہ، مہندی لگا ہوا، رنگا ہوا۔

تَزَلْزَلَتِ الدُّنْيَا لِآلِ مُحَمَّدٍ	وَكَادَتْ لَهُمْ صُمُّ الْجِبَالِ تَذُوبُ

ترجمو:"دنيا آلِ محمد ﷺ لاءِ لرزڻ لڳي، ۽ انهن لاءِ سخت پهاڙ به ڳرڻ وارا هئا."

ترجمہ: دنیا آلِ محمد کے لیے لرز اُٹھی، اور اُن کے لیے سخت پہاڑ بھی پگھلنے کو تھے۔

الفاظ کے معانی:(* تزلزلت *) لرز اٹھی، کانپ اٹھی (* صم *) اصم کی جمع ہے جسکا معنی ہے بہرا، اونچا سننے والا، ٹھوس، اور سخت (* تذوب *) ذاب یذوب ذوبا برف وغیرہ کسی جمی ہوئی چیز کا پگھلنا، گھلنا۔

وَغارَتِ النُّجومُ وَاقشَعَرَّتِ الكَواكِبُ	وَهُتِكَ أستارٌ وَشُقَّ جُيوبُ

ترجمو:"ستارا ڇجهي ويا ۽ سيارا ڏڪي ويا، پردا چيريا ويا ۽ گريبان ڦاڙيا ويا."

ترجمہ: ستارے بجھ گئے اور سیارے کانپ اٹھے، پردے چاک کیے گئے اور گریبان پھاڑ دیے گئے۔

الفاظ کے معانی:(* غارت *): غورا چھپنا، ڈھلنا، غروب۔ (* اقشعرت *): اقشعر یقشعر اقشعرار کپکپاہٹ، لرزہ طاری ہونا۔ (* هُتِکَ *) هتک الاستار خوب پردہ دری کرنا، پردہ چاک کرنا، دھجیاں اڑا دینا۔

يُصَلَّى عَلَى الْمَبْعُوثِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ	وَيُغْزَى بَنُوهُ إِنَّ ذَا لَعَجِيبُ

ترجمو:"آلِ هاشم مان مبعوث ٿيل نبي ﷺ تي درود موڪليو وڃي، ۽ انهن جي اولاد سان جنگ ڪئي وڃي، هي واقعي عجيب ڳالهه آهي."

ترجمہ: آلِ ہاشم میں سے مبعوث کیے گئے نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے، اور ان کی اولاد سے جنگ کی جائے، یہ واقعی عجیب بات ہے۔

لَئِنْ كَانَ ذَنْبِي حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ	فَذَلِكَ ذَنْبٌ لَسْتُ عَنْهُ أَتُوبُ

ترجمو: "جيڪڏهن منهنجو گناهہ آلِ محمد ﷺ سان محبت آهي، تہ هيءُ هڪ اهڙو گناهہ آهي جنهن کان مان توبهہ نہ ڪندس."

ترجمہ: اگر میرا گناہ آلِ محمد ﷺ سے محبت ہے، تو یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کروں گا۔

هُمْ شُفَعَاءِي يَوْمَ حَشْرِ وَمَوْقِفِي	إِذَا مَا بَدَتْ لِلنَّاظِرِينَ خُطُوبٌ

ترجمو: "اهي قيامت جي ڏينهن ميدان حشر ۾ منهنجا سفارشي هوندا جڏهن ناظرين(ڏسندڙ) جي سامهون مشڪلاتون ظاهر ٿينديون."

ترجمہ: "وہ قیامت کے دن میدان حشر میں میرے سفارشی ہوں گے جب ناظرین کے سامنے مشکلات ظاہر ہوں گی۔"

جواب اللئیم

اشعار کا پس منظر:

فتیان بن اَبی السمح المالکی نے امام الشافعی کے خلاف بہت زیادہ تکرار کی اور ان کی طرف ایسے الفاظ کہے جو کہنا مناسب نہیں تھے۔ اس کی اطلاع "مصر" کے امیر کو ہوئی، جس نے اسے سخت سزا دی۔ لیکن اس کے شاگردوں نے ہر اس شخص کا پیچھا شروع کر دیا جو امام الشافعی کی محفل میں جاتا تھا۔ اس پر امام الشافعی نے دو اشعار میں ان لوگوں کے بارے میں اپنا موقف بیان کیا جو ان پر بے جا تنقید کر رہے تھے۔

قل بما شئت فی مسبة عرضی	فسکوتی عن اللئیم جواب

ترجمو: "منهنجي عزت جي باري ۾ جيڪا مرضي بڪواس ڪر، آئون گهٽيا ماڻهن کي خاموشي سان جواب ڏيندو آهيان."

ترجمہ: "میری آبروریزی میں جو مرضی بکواس کر، میں گھٹیا لوگوں کو خاموشی سے جواب دیتا ہوں۔"

تشریح: " قل بما شئت في مسبة عرضي "یعنی تم میری عزت پر جو چاہو برا بھلا کہہ لو۔ مسبۃ کا مطلب ہے گالی دینا، اور عرض یعنی وہ شرف ہے جس کی حفاظت کی جاتی ہے، یا اس سے مراد ذات ہے۔

شاعر کہتا ہے: اے مخاطب! تم میری عزت یا ذات کے بارے میں جو چاہو برا بھلا کہہ لو، لیکن میرا خاموش رہنا ہی تم جیسے کمینے انسان کا جواب ہے۔"

ما أنا عادم الجواب ولکن	ما من الاسد ان یجیب الکلاب

ترجمو:"مان جواب ڏيڻ کان عاجز نہ آهيان، پر شينهن جو ڪم نہ آهي تہ ڪتن کي جواب ڏين."

ترجمہ:"میں جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں، لیکن شیروں کاکام نہیں کہ کتوں کو جواب دیں۔

تشریح:"ما أناعادم الجواب"یعنی: میں جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں،"ما من الأسد"یعنی یہ شیروں کاکام نہیں ہے،اور"الأُسد"(شیر)الأَسَد کا جمع ہے۔

شاعر کہہ رہاہے: میں جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں، لیکن شیر کا یہ کام نہیں کہ وہ کتوں کو جواب دے۔

الفرج قريب

صَبْرًا جَمِيلًا مَا أَقْرَبَ الْفَرَجَا	مَن رَاقَبَ اللّٰهَ فِي الْأُمُورِ نَجَا

ترجمو:"صبر جمِيل اختيار ڪر، ڪشادگي تمام ويجهي آهي. جنهن هر معاملي ۾ الله جو خيال (دل ۾) رکيو، اهو نجات ماڻي ويو."

ترجمہ:"صبر جمیل اختیار کرو، کشادگی بہت قریب ہے۔جس نے ہر معاملے میں اللہ کاخیال(دل میں) رکھا،وہ نجات پاگیا۔"

مَن صَدَقَ اللّٰهَ لَمْ يَنَلهُ أَذًى	وَمَن رَجَاهُ يَكُونُ حَيْثُ رَجَا

ترجمو:"جنهن جو تعلق الله سان سچو ٿي ويو، ان کي ڪوبہ نقصان نہ پهچندو. ۽ جيڪو الله کان اميد رکندو، اهو جهڙي اميد ڪندو، الله کي تيئن ئي لهندو ."

ترجمہ:"جس کا تعلق اللہ کے ساتھ سچاہو گیا،اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔اور جو اللہ سے امید رکھے گا، وہ جیسی امید کرتاہے،اللہ کو پائے گا۔"

تشریح: "صدق اللہ "یعنی جس کا تعلق اللہ کے ساتھ خالص ہے۔ "یکون حیث رجا" یعنی اللہ اپنی مدد اور تائید کے ساتھ اُس کے ساتھ ہو گا، جیسا کہ اُس نے امید رکھی ہے۔

امام شافعی فرمارہے ہیں اے مصیبت زدہ، صبر جمیل اختیار کرو! بے شک، صبر جمیل مشکلات کے بعد آسانی اور نجات کے قریب تر ہوتا ہے۔ جو اپنے معاملات میں اللہ پر توکل کرتا ہے، وہ نجات پا جاتا ہے۔ اور جو اپنے معاملات میں اللہ کے ساتھ مخلص رہتا ہے، اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور جو اللہ سے خالص امید رکھتا ہے، تو اللہ اپنی مدد کے ساتھ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

الصمت نجاة

قالوا سَكَتَّ وَقَدْ خُوصِمْتَ قُلتُ لَهُمْ	إِنَّ الجَوَابَ لِبَابِ الشَّرِّ مِفْتَاحُ

ترجمو: "انهن چيو: 'تون خاموش ٿي ويو آهين، جيتوڻيڪ توسان جهيڙو ڪيو پيو وڃي.' مون چيو: 'جواب ڏيڻ تہ برائيءَ جي دروازي جي چاپي آهي.'"

ترجمہ: "انہوں نے کہا: "تم خاموش ہو گئے ہو، حالانکہ تم سے جھگڑا کیا جا رہا تھا۔" میں نے کہا: "جواب دینا تو برائی کے دروازے کی چابی ہے۔"

تشریح: "وقد خوصمت" خاصم فلانا سے بے مجهول کا صیغہ ہے اور مخاصمۃ جھگڑا کرنے کو اور بحث کرنے کو کہتے ہیں. شاعر کہہ رہا ہے: میرے دوست کہتے ہیں، تم نے مخالفین کے جواب میں خاموشی کیوں اختیار کی؟ تو میں نے انہیں کہا، جب میں اس کا جواب دیتا ہوں تو گویا میں نے برائی کا دروازہ کھول دیا، اور اللہ اس شخص میں کوئی برکت نہ دے جو برائی کا دروازہ کھولنے والا ہو۔

وَالصَّمْتُ عَنْ جَاهِلٍ أَوْ أَحْمَقٍ شَرَفٌ	وَفِيهِ أَيْضًا لِصَوْنِ العِرْضِ إِصْلَاحُ

ترجمو:"جاهل ۽ بيوقوف جي جواب ۾ خاموش رهڻ شرافت آهي، ۽ خاموشي دراصل عزت جي حفاظت جو بهترين ذريعو آهي."

ترجمہ:"جاہل اور احمق کے جواب میں خاموش رہنا شرافت ہے، اور خاموشی درحقیقت ناموس کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔"

تشریح:'اُو اَحمق' احمق اس شخص کو کہتے ہیں جو غلط رائے رکھتا ہو یا کم عقل ہو، اور یہ لفظ شاعری میں ہی تنوین کے ساتھ آتا ہے۔'صون العرض' کا مطلب عزت کی حفاظت کرنا ہے۔'العرض' العرض سے مراد شرافت اور وہ تمام چیزیں ہیں جن کی حفاظت ضروری ہوتی ہے۔
شاعر کہتا ہے کہ جاہل اور احمق کے سامنے خاموش رہنا عزت اور شرافت کی علامت ہے، اور اس خاموشی میں اپنی عزت کو جاہل اور احمق کی گستاخیوں سے بچانا شامل ہے۔

أَمَا تَرَى الأُسْدَ تُخْشَى وَهِيَ صَامِتَةٌ	وَالكَلْبَ يُخْسَا لَعَمْرِي وَهُوَ نَبَّاحُ

ترجمو:"چا تون نہ ٿو ڏسين تہ شينهن خاموش هوندي بہ خوفناڪ هوندو آهي، ۽ ڪتو ڀونڪندي بہ تڙيو ويندو آهي، منهنجي جان جو قسم؟"

ترجمہ:"کیا تم نہیں دیکھتے کہ شیر خاموش ہوتے ہوئے بھی خوفناک ہوتے ہیں، اور کتا بھونکنے کے باوجود دھتکارا جاتا ہے، میری جان کی قسم؟"

تشریح:"یخسا" اصل میں 'یخسأ' تھا، یعنی اس کو دھتکارا جاتا ہے، پتھر مار کر دور بھگایا جاتا ہے۔
'لعمری' قسم کا لفظ ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ شیر اپنے کچھار میں خاموش رہتا ہے، اور پھر بھی اس کا رعب برقرار رہتا ہے، جبکہ کتوں کے بھونکنے کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، اور لوگ پھر بھی انہیں دھتکارتے ہیں۔ اس لیے ان (جاہلوں اور احمقوں) پر میری خاموشی، ان کے جواب دینے سے بہتر ہے۔

العلم نور

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوءَ حِفْظِي	فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي

ترجمو: مون پنهنجي ڪمزور يادداشت جي شڪايت پنهنجي استاد وڪيع رحمه الله کي ڪئي، ته هنن مون کي گناهن کان بچڻ جي هدايت ڪئي.

ترجمہ: میں نے (اپنے استاذ،) وکیع رحمہ اللہ سے اپنی کمزور یادداشت کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی۔

تشریح: "شکوت الی وکیع" یعنی میں نے (اپنے استاذ،) وکیع رحمہ اللہ سے شکایت کی"

امام وکیع کا مختصر تعارف :

انکا نام وکیع بن جراح بن ملیح رؤاسی ہے، جن کی کنیت ابوسفیان ہے۔ وہ بغداد کے مشہور محدثین میں سے تھے اور دوسری صدی ہجری کے تھے۔ وہ 129 ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور 197 ہجری میں وہاں وفات پائی۔

شعر کی وضاحت

"اَرْشَدَني" یعنی: مجھے ہدایت فرمائی۔ "المعاصي" یعنی گناہ.

مطلب: میں نے اپنے استاد وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی، تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی

وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ	وَنُورُ اللَّهِ لَا يُهْدَى لِعَاصِي

ترجمو: ۽ مون کي ٻڌايائون ته علم هڪ نور آهي، ۽ الله جو نور گناهگار کي نه آهي ڏنو ويندو.

ترجمہ: اور مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے، اور اللہ کا نور گناہگار کو نہیں دیا جاتا۔

تشریح: "لایُھدی" یعنی: نہیں دیا جاتا، اور یہ ہدیہ (تحفہ) سے ہے۔
امام شافعی فرمارہے ہیں کہ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ علم نور ہے اور گناہگار کا دل تاریک ہوتا ہے، اور نور اور تاریکی کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے، اس لیے علم گناہگار کو نہیں دیا جاتا۔

فضل العلم

العِلمُ مِن فَضلِهِ لِمَن خَدَمَهُ	أَن يَجعَلَ النَّاسَ كُلَّهُم خِدَمَهُ

ترجمو: علم جي فضيلت اها آهي ته جيڪو ان جي خدمت ڪري ٿو، علم سڀني ماڻهن کي ان جو خادم بڻائي ڇڏيندو آهي.

ترجمہ: علم کی فضیلت یہ ہے کہ جو اس کی خدمت کرتا ہے، وہ (علم) تمام لوگوں کو اس کا خادم بنا دیتا ہے۔

تشریح: "فضل العلم" ان تین اشعار میں امام شافعی علم کی فضیلت کے بارے میں بات کررہے ہیں، خاص طور پر اس شخص کے لیے جو علم کی خدمت کرتا ہے لیکن اس کی حقیقت اور فضیلت کو نہیں جانتا۔ جبکہ وہ شخص جو علم کی حلاوت کو چکھ چکا ہے اور اس کے عَلَم کو اٹھاتا ہے، اس علم کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے۔

"لمن خدمہ" میں پہلا "خدمہ" فعل ماضی اور دوسرا "خدمہ" خادم کا جمع ہے.

جس کا مطلب ہے: علم کی فضیلت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو علم کی خدمت کرنے والے کا خادم بنا دیتا ہے۔

فواجِبٌ صَونُهُ عَلَيهِ كَمَا	يَصُونُ فِي النَّاسِ عِرضَهُ وَدَمَهُ

ترجمو:صاحبِ علم تي لازم آهي تہ هو علم جي اهڙي طرح ئي حفاظت ڪري، جيئن هو ماڻهن کان پنهنجي عزت ۽ رت (جان) جي حفاظت ڪري ٿو.

ترجمہ: صاحبِ علم پر لازم ہے کہ وہ علم کی ایسے ہی حفاظت کرے، جیسے وہ لوگوں کے درمیان اپنی عزت اور خون (جان) کی حفاظت کرتا ہے۔

تشریح: "فواجب صونہ علیہ کما" میں "صون" کا مطلب ہے حفاظت اور "عرض" کا مطلب ہے عزت وآبرو۔ یعنی: علم کی خدمت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ علم کی حفاظت اسی طرح کرے جیسے کوئی شخص اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرتا ہے۔

فَمَن حَوَى العِلمَ ثُمَّ أَودَعَهُ	بِجَهلِهِ غَيرَ أَهلِهِ ظَلَمَهُ

ترجمو:جيڪو ماڻهو علم حاصل ڪري، ۽ پوءِ ان کي پنهنجي ناداني سبب نااهل ماڻهن حوالي ڪري، اهو دراصل علم سان ظلم ڪري ٿو.

ترجمہ: جو شخص علم حاصل کر کے اسے اپنی نادانی کے سبب نااہل لوگوں کے حوالے کر دے، وہ دراصل علم کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔

تشریح: "فمن حوی العلم" میں "حوی" کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو حاصل کرنا یا اس کا مالک بننا "أودعہ" کا مطلب ہے کسی چیز کو امانت کے طور پر رکھنا۔ "ظلم" کا مطلب ہے کسی چیز کو اس کی صحیح جگہ پر نہ رکھنا۔ یعنی: جو شخص علم کو حاصل

کرلے اور پھر اسے اس کے اہل کو نہ دے، بلکہ اپنی نادانی کی وجہ سے غلط جگہ پر دے دے تو اس نے علم کے ساتھ ظلم کیاہے۔

الصالحون

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا فُطَنَا	تَرَکُوا الدُّنیَا وَخَافُوا الفِتَنَا

ترجمو: بيشڪ الله جا ڪجهه اهڙا دانا بندا به آهن، جن دنيا کي ڇڏي ڏنو ۽ فتنن کان ڊڄي ويا.

ترجمہ: بیشک اللہ کے بندے ایسے دانالوگ بھی ہیں، جنھوں نے دنیا چھوڑ دی اور فتنوں سے ڈرے۔

تشریح: "اِن للہ عبادافطنا" میں "فُطنا" جمع ہے "فَطِنُ" کی، یعنی ہوشیار اور ذہین شخص، اور "فطنۃ" غباءت (کند ذہنی، غفلت) کا ضد ہے۔ یہ لفظ متعدی بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے "فَطِنَہ" یعنی اس نے اسے سمجھ لیا، کیونکہ اس میں "فَہِمَ" (یعنی سمجھا) کا معنی شامل ہے (اسی وجہ سے متعدی بھی استعمال ہوتا ہے)۔ "الفِتَن" جمع ہے "الفتنۃ" کی، جس کا مطلب ہے شر انگیزی پھیلانا اور وہ چیز جو لوگوں کے درمیان لڑائی کا باعث بنے۔ اس کا اصل تیرے اس قول "فتنت الفضۃ والذھب" یعنی میں نے سونے اور چاندی کو پگھلایا، سے لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم سونے اور چاندی کو آگ میں پگھلاتے ہو تاکہ اچھا اور خراب الگ ہو جائے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ "[الذاریات:13]

ترجمہ: اس دن انہیں آگ پر تپایا جائے گا۔

اسی سے ان سیاہ پتھروں کو "الفتین" کہا جاتا ہے جو ایسے لگتے ہیں جیسے آگ میں جلائے گئے ہوں۔

شاعر کہتا ہے کہ بے شک اللہ کے کچھ بندے فطین اور ذکی ہیں، جنہوں نے دنیا کو اس خوف سے چھوڑ دیا کہ کہیں وہ فتنوں میں نہ پڑ جائیں، جو لوگوں کے درمیان لڑائی اور انتشار کا باعث بنتے ہیں۔

نَظَرُوا فِيْهَا فَلَمَّا عَلِمُوا	اَنَّهَا لَيْسَتْ لِحَيٍّ وَطَنَا

ترجمو:انهن دنيا کي غور سان ڏٺو۽ جڏهن ڄاڻي ورتائون تہ هي دنيا ڪنهن بہ زنده ماڻهو لاءِ مستقل ٺڪاڻو ناهي،

ترجمہ: انہوں نے دنیا کو غور سے دیکھا، اور جب جان لیا کہ یہ دنیا کسی زندہ کے لیے مستقل ٹھکانہ نہیں ہے،

جَعَلُوهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوا	صَالِحَ الْاَعْمَالِ فِيْهَا سُفُنَا

ترجمو:تہ انهن دنيا کي هڪ اونهو سمنڊ سمجهيو ۽ چڱن عملن کي ان سمنڊ ۾ (پار ڪرڻ لاءِ) ٻيڙيون بڻائي ڇڏيو.

ترجمہ: تو انہوں نے دنیا کو ایک گہرا سمندر سمجھا اور اچھے اعمال کو اس سمندر میں (پار کرنے کی) کشتیاں بنا لیا۔

تشریح: " أنها ليست لحي وطنا" یعنی دنیا کسی زندہ انسان کے لیے مستقل وطن نہیں ہے۔

"جعلوھا" یعنی انہوں نے اسے سمجھا، "لجة" گہرا سمندر، اور "لج البحر" کا مطلب ہے وہ وسیع پانی جس کے کنارے نظر نہ آئیں۔ قرآن مجید میں بھی آیا ہے:

"كظلمات في بحر لجّي" [النور:40]

ترجمہ: گہرے سمندر کی تاریکیوں کی مانند۔

شاعر کہہ رہا ہے جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی کو بھی دوام نہیں ہے، تو انہوں نے اسے ایک گہرے سمندر کی مانند سمجھا اور نیک اعمال کو اس میں کشتیوں کی طرح بنالیا۔ وہ موت کے بعد کی زندگی کے لیے تیاری کرنے لگے، کیونکہ نیک اعمال ہی ان کے سفر کا سامان ہیں۔

اللسان

اِحْفَظْ لِسَانَكَ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ	لَا يَلْدَغَنَّكَ إِنَّهُ ثُعْبَانُ

ترجمو:اي انسان! پنهنجي زبان کي سنڀالي رک، ڇو ته هيءَ هڪ نانگ وانگر آهي، ڪٿي توکي ڏنگي نه وجي.

ترجمہ: اے انسان! اپنی زبان کو سنبھال کر رکھ، کیونکہ یہ ایک سانپ کی مانند ہے، تجھے ڈس نہ لے۔

کمفِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِيلِ لِسَانِ	كَانَتْ تَهَابُ لِقَائَهُ الْأَقْرَانُ

ترجمو:قبرن ۾ ڪيترا ئي اهڙا ماڻهو دفن آهن جيڪي پنهنجي زبان جي ڪري ماريا ويا، جن سان (طاقت ۽ بهادري ۾) برابر ماڻهو (جنگين ۾) ملڻ کان ڊڄندا هئا.

ترجمہ: قبروں میں کتنے ہی ایسے لوگ دفن ہیں جو اپنی زبان کی وجہ سے مارے گئے ہیں، جن سے (طاقت اور بہادری میں) ہم پلہ لوگ (جنگوں میں) ملنے سے ڈرتے تھے۔

تشریح: `"لایلدغنک" (تمہیں ڈس نہ لے)، "اللدغ" (ڈسنا) اللدغ سانپ اور بچھو کا کاٹنا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللدغ کا معنی منہ سے کاٹنا ہوتا ہے اور اللسع کا مطلب دم سے ڈسنا ہوتا ہے۔

"الثعبان" بڑا المباز ہر یلا مذکر سانپ ہے، اور اس کی جمع ثعابین آتی ہے۔

"قتیل لسانہ" یعنی اپنی زبان کی وجہ سے مارا گیا۔

"الأقران" قرن کی جمع ہے اور وہ برابر کے لوگوں کو کہتے ہیں، یعنی شجاعت اور طاقت میں برابر۔

زبان کو سانپ سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ دونوں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

شاعر فرما رہے ہیں: اے انسان! تیری زبان ایک سانپ کی مانند ہے، اسے سنبھال کر رکھ تاکہ وہ تجھے ڈس نہ لے۔ کتنے ہی بہادر لوگ جن سے لوگ جنگ میں ملنے سے ڈرتے تھے، اپنی زبانوں کی وجہ سے مارے گئے۔

کہا گیا ہے کہ انسان کا کلام اس کی فضیلت کی نشانی اور اس کے عقل کا ترجمان ہوتا ہے، اس لیے اسے خوبصورت ہی رکھو اور کم ہی بولو۔

العز الفانی

يَامَنْ تَعَزَّزَ بِالدُّنْيَا وَزِينَتِهَا	الدَّهْرُ يَأْتِي عَلَى الْمَبْنِيِّ وَالْبَانِي

ترجمو:اي دنيا ۽ ان جي زينت تي ناز ڪندڙ شخص، زمانو عمارتن ۽ انهن جي ٺاهيندڙن تي به اچي ويندو آهي.

ترجمہ: اے وہ شخص جو دنیا اور اس کی زینت پر نازاں ہے، زمانہ عمارتوں اور ان کے بنانے والوں پر بھی آجاتا ہے۔

وَمَنْ يكُنْ عِزُّهُ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا	فَعِزُّهُ عَنْ قَلِيلٍ زَايِلٌ فَانِي

ترجمو:جنهن جي عزت دنيا ۽ ان جي زينت سان هجي، ته ان جي عزت ٿوري ئي عرصي ۾ ختم ۽ فنا ٿي ويندي.

ترجمہ: جس کی عزت دنیا اور اس کی زینت سے ہو، تو اس کی عزت تھوڑے ہی عرصے میں ختم اور فنا ہو جائے گی۔

وَاعْلَمْ أَنَّ كُنُوزَ الْأَرْضِ مِنْ ذَهَبٍ	فَاجْعَلْ كُنُوزَكَ مِنْ بِرٍّ وَإِيمَانٍ

ترجمو:۽ ڄاڻ ته زمين جا خزانا سون سان ڀرپور آهن،پر پنهنجا خزانا نيڪي ۽ ايمان سان ٺاهه.

ترجمہ: اور جان لو کہ زمین کے خزانے سونے سے بھرے ہیں، مگر اپنے خزانے نیکی اور ایمان سے بناؤ۔

لغوی تحقیق:(*تَعَزَّز*) فخر کرنا، عزت پانا، غرور کرنا۔(*الدُّنْيَا*): دنیا، یہ فانی زندگی۔(*زِينَتِهَا*): اس کی زینت، آرائش، خوبصورتی۔(*الدَّهْرُ*): زمانہ، وقت۔(*الْمَبْنِيّ*): عمارت، بنائی گئی چیز۔(*الْبَانِي*): بنانے والا، تخلیق کرنے والا۔*عِزُّهُ*: اس کی عزت، فخر۔(*زَائِلٌ*): ختم ہونے والا، فنا ہونے والا۔(*فَانِي*): فنا ہونے والا، ختم ہو جانے والا۔(*كُنُوزُ*): خزانے۔(*الْأَرْضُ*): زمین۔ مراد دنیا، جہاں انسان مادی چیزیں اکٹھی کرتا ہے۔(*ذَهَبُ*): سونا۔ مراد دنیاوی دولت ہے، جو بہت قیمتی سمجھی جاتی ہے۔(*بِرُّ*): نیکی، بھلائی۔(*إِيمَانُ*): ایمان، عقیدہ۔ مراد اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت کی تیاری ہے، جو حقیقی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

تشریح:ان اشعار میں انسان کو دنیاوی زندگی کے فریب سے بچنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دنیا کی دولت اور خوبصورتی فانی ہے اور انسان کو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے انسان کو نیکی اور ایمان کے خزانے جمع کرنے چاہئیں کیونکہ یہی چیزیں آخرت میں کام آئیں گی۔

القضاء والقدر

إِنَّ الطَّبِيبَ بِطِبِّهِ وَدَوَائِهِ	لَا يَسْتَطِيعُ دِفَاعَ مَكْرُوهٍ أَتَى

ترجمو:بلاشبه ڊاڪٽر پنهنجي طب ۽ دوائن جي باوجود ڪنهن ناگهاني مصيبت کان بچائي نہ تو سگهي.

ترجمہ: بلاشبہ ڈاکٹر اپنی طب اور دواؤں کے باوجود کسی ناگہانی مصیبت سے بچا نہیں سکتا

تشریح: "إن الطبيب بطبه ودوائه "یعنی: طبیب اپنی طب اور دواؤں سے بیماری کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، بلکہ بیماری اور اس کا دور ہونا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے سے ہوتا ہے۔

مَا لِلطَّبِيبِ يَمُوتُ بِالدَّاءِ الَّذِي	قَدْ كَانَ يُبْرِئُ جُرْحَهُ فِيمَا مَضَى

ترجمو: ڇا سبب آهي جو ڊاڪٽر ان بيماري ۾ مري ويندو آ. جنهن جو هو ماضي ۾ علاج ڪندو هو؟

ترجمہ: کیا وجہ ہے کہ ڈاکٹر اس بیماری سے مر جاتا ہے جس کا وہ ماضی میں علاج کیا کرتا تھا

تشریح: "ماللطبيب يموت بالداء "یعنی: اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی طبیب اس بیماری سے نہ مرتا جس کا وہ ماضی میں ان مریضوں کا علاج کیا کرتا تھا جو اسی بیماری میں مبتلا ہوتے تھے۔

ذَهَبَ الْمُدَاوِي وَالْمُدَاوَى وَالَّذِي	جَلَبَ الدَّوَاءَ وَبَاعَهُ وَمَنِ اشْتَرَى

ترجمو: هليو ويو معالج، مريض، ۽ اهو به جنهن دوا آندي، ۽ وڪرو ڪيائين، ۽ جنهن خريد ڪئي.

ترجمہ: چلا گیا معالج، مریض، اور وہ بھی جو دوا لایا، اور بیچی اور جس نے خریدی۔

تشریح: "ذهب المداوِي" "المداوِي "یعنی معالج، جو مریض کا علاج کرتا ہے، یہ "داوی" کا اسم فاعل ہے، داوی یداوی مداواۃ کا معنی ہے علاج کرنا۔ "المداوَی "یعنی وہ جس کا علاج کیا گیا، یہ اسم مفعول ہے اسی المداواۃ سے۔

"جلب "کا مطلب ہے کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، جلبہ یجلبہ جلباً۔

اس شعر میں شاعر کہہ رہا ہے: آخر میں تو طبیب، مریض، اور دوا لانے والا، دوا بیچنے والا اور دوا خریدنے والا سب چلے جاتے ہیں۔